حیرت انگیز فسانوں کے سلسلے میں نمبر ہشتم

پدمنی

سلطان علاؤالدین اور مہارانی پدمنی کے

عشق و محبت کا فسانہ

کارپردازان کارخانہ پیسہ اخبار لاہور نے مرتب کیا

دوسری مرتبہ ۱۹۰۱ء میں

مطبع خادم التعلیم پنجاب لاہور میں باہتمام منشی محمد عبدالعزیز منیجر کے طبع ہوا

قیمت
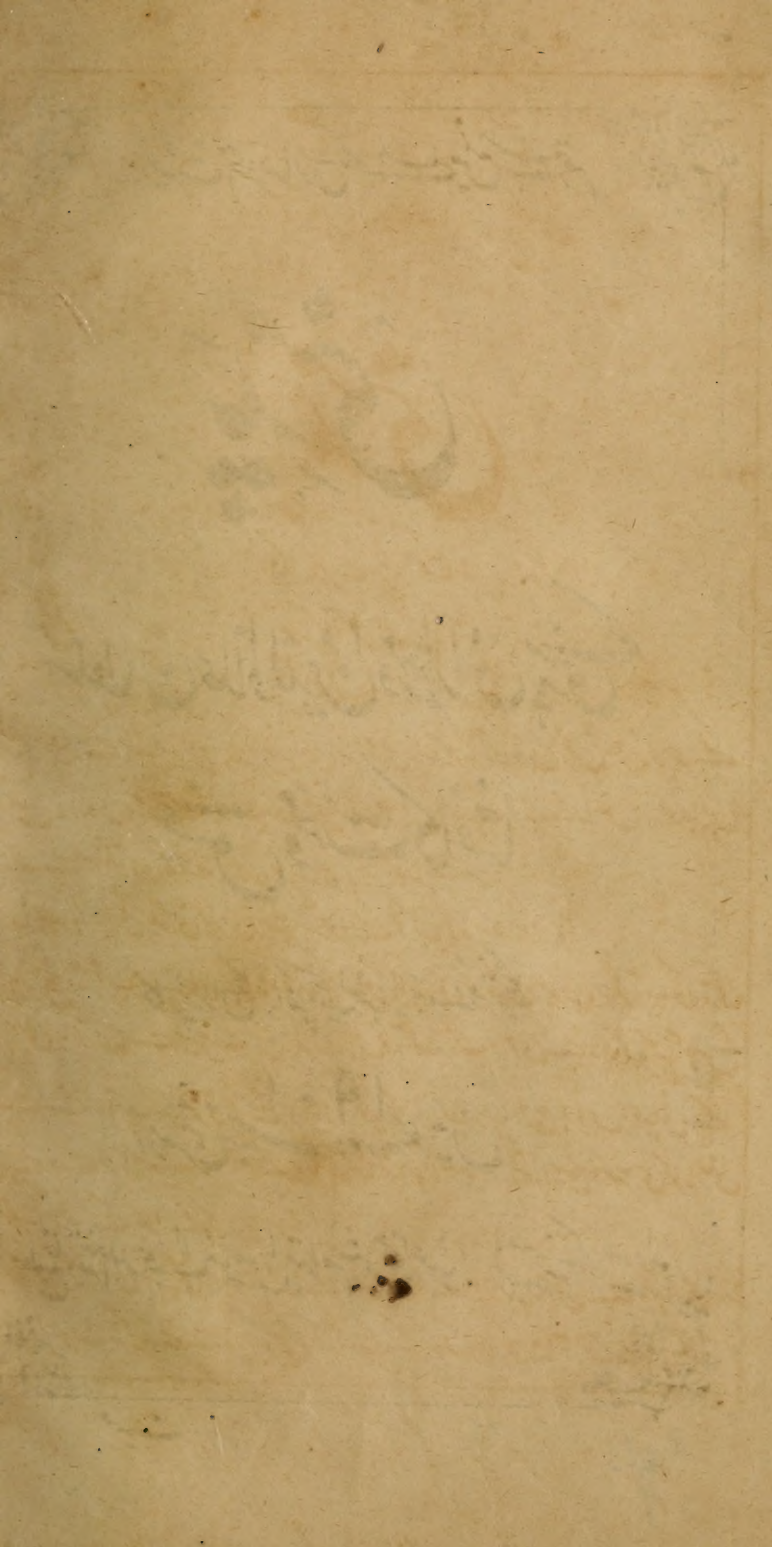
ایک حیرت انگیز فسانہ

پہلی فصل

میرے بھگوان میں تو کہیں کی نہ رہی! آگ لگاؤں اُس شکل کو چولہے میں ڈالوں اُس صورت کو۔ مہاراج! چاہے آپ ناراض ہو جائیں مجھ سے مسلمان کے روبرو نہ ہوا جائیگا +

راجہ ”رانی پدمنی میری پت رکھو۔ میں قول ہار چکا ہوں“

پدمنی ”آپ میرے سر کے والی ہو۔ میں آپ کی لونڈی ہوں۔ مگر آپ کی بہکی بہکی باتوں سے میرے تن بدن میں آگ لگ رہی ہے۔ لوگ کیا کہیں گے ہے ہے۔ آپ نے تو غیرت و حیا کو گھول کر پی لیا۔ مہاراج! اِس بےحیائی کے جینے سے مرنا بہتر ہے۔ آج تک یہ نہ سنا تھا۔ کہ کسی نے اپنی استری کو راضی خوشی غیر کے حوالے کر دیا ہو“

راجہ ”رانی تم سچی اور ہم جھوٹے۔ مگر اِس وقت جان پر بنتی ہے۔ تمہاری ذرا سی تکلیف نہ کرنے سے لاکھوں خدا کے بندوں کا خون ناحق بہ جائیگا“

پدمنی "۔ مہاراج مجھے تنگ نہ کرو۔ الماس کی انگوٹھی میرے ہاتھ میں ہے۔ اگر اپنے ہٹ سے باز نہ آؤ گے تو ابھی ہیرا چاٹ لونگی "۔

راجہ "۔ رانی تمہاری نادانی سے سینکڑوں بچے یتیم ہو جائیں گے۔ ہزاروں عورتیں بیوہ ہو جائینگی۔ لاکھوں باپ لاولد ہو جائیں گے۔ چاروں طرف اُلّو بول جائیگا۔ ابھی علاؤالدین فوج لیکر چڑھ آئے گا۔ اور چتوڑ کو بے چراغ کر دیگا۔ اُسکے ہتھکنڈوں سے تم بخوبی واقف ہو۔ ابھی اینٹ سے اینٹ بجا دیگا"۔

پدمنی "۔ بڑی مصیبت میں جان پھنسی ہے "۔

راجہ "۔ بات ہی کونسی ہے۔ جس طرح ہو سکے صورت دکھا دو۔ اور اِس آندھی کو سر سے ٹالو "۔

پدمنی "۔ میں اُس مردوے کے پاس اکیلی جاؤں "؟

راجہ "۔ نہیں نہیں "۔

پدمنی "۔ میرے ساتھ کون ہوگا "؟

راجہ "۔ تم کہیں نہیں جاؤ گی۔ وہ خود یہاں آئے گا "۔

پدمنی "۔ میرا کلیجہ دھڑکتا ہے "۔

راجہ "۔ میں تمہارے دم کے ساتھ ہوں۔ کیا مجال جو کوئی تمہاری طرف اُونچی نگاہ کر کے بھی دیکھے۔ جہاں تمہارا پسینہ گرے۔ وہاں میں اپنا خون بہا دونگا۔ مگر یہ بھی دل گوارا نہیں کرتا۔ کہ ذرا سی بات پر ناحق بندگان خدا کا کشت و خون ہو جائے "۔

پدمنی "۔ وہ موذی کاٹا مجھ سے کس بات کی امید رکھتا ہے "۔

راجہ "۔ صرف صورت دیکھنے کا بھوکا ہے۔ بہت سے پیغام سلاموں کے بعد یہ بات قرار پائی ہے۔ کہ بادشاہ خود قلعہ میں آئے۔ پدمنی اپنی صورت دکھائے اور صلح ہو جائے "۔

پدمنی ؛ میرا اختیار ہو تو اِس ملیچھ کی بوٹیاں نوچ نوچکر چیل کوؤں کو کھلا دوں ابھی تھوڑے دن ہوئے کنولا دیوی کو لوٹ مار کرلے گیا ہے۔ اب اِدھر آنکھ رکھتا ہے۔ کیا اِس کے گھر میں ماں بہن نہیں ہے"

راجہ " آخر غرور کا سر نیچا۔ جو کسی کو کلپاوے گا۔ وہ کب کل پاویگا"

پدمنی "۔ اِن مسلمانوں کو خوف خدا بھی نہیں۔ دنیا میں کب تک جئیں گے کیا آخر کا توشہ سمیٹیں گے"

راجہ "۔ یہ لوگ بڑے ظالم ہیں۔ اِن کو مرنا یاد نہیں"

پدمنی "۔ خیر مگر آپ نے بھی راجپوتوں کے نام کو بٹہ لگا دیا"

راجہ "۔ میں تو مرنے مارنے کو تیار ہوں۔ ہر وقت کفن باندھے رہتا ہوں مگر کیا کروں۔ میرے وزیر نہیں مانتے۔ میں نے بادشاہ کے ایلچی کو صاف کہدیا تھا۔ کہ علاؤالدین کو اچھی طرح سمجھا دیوے۔ کہ سوائے صورت دیکھنے کے اور کسی بات کی توقع نہ رکھے کیونکہ ہم راجپوت سپوت ہیں۔ ہمارا قاعدہ ہے کہ جب ایسا موقع آپڑتا ہے۔ تو اوّل تمام بال بچوں کو اپنے ہاتھ سے فنا کرتے ہیں۔ مال و دولت نقد و جنس کو خاکستر کر دیتے ہیں۔ ہاتھی گھوڑوں اور مویشی کو اندھا کر ڈالتے ہیں۔ بعد اس کے آپس میں گلے ملکر۔ دشمن کو تلوار کے نیچے دھر لیتے ہیں۔ اگر مار لیا تو پھر دم کے دم میں سب کچھ موجود ہے۔ جو مر گئے تو دنیا میں سُرخرو ہوئے۔ اور دشمن بدبخت کے ہاتھ میں سوائے خاکستر خاک نہ آیا"

پدمنی "۔ پھر بادشاہ نے اِس پیغام کو سنکر کیا جواب دیا"

راجہ "۔ یہ کہلا بھیجا کہ مجھے بھی سوائے دیکھنے کے اور کوئی خواہش نہیں کہیں سے تمہارے حسن گلوسوز کا شہرہ سُن لیا ہے۔ اور صرف تمہاری شکل دیکھنا چاہتا ہے"

پدمنی "۔ میںنے سنا ہے بادشاہ کی دوسو کے قریب بیبیاں موجود ہیں۔ اُسے تھوڑے دِن ہوئے۔ کہ کنولا دیوی کے عشق میں اندھا ہو رہا تھا۔ اب اِس طرف مہربان ہوا ہے"۔

راجہ "۔ اِن لوگوں سے وفا کی امید نہیں ہے۔ یہ لوگ گھڑی میں تولہ اور گھڑی میں ماشہ ہیں۔ یہ بوالہوس ہیں۔ یہ ہرجائی ہیں۔ یہ ہر چہ ہر دیگ ہیں"۔

پدمنی "۔ بھگوان اِن کا ستیاناس کرے"۔

راجہ "۔ یہ وہی بادشاہ ہے۔ جو کنولا دیوی کے عشق میں سرشار تھا۔ اب اُسکی صورت سے بیزار ہے"۔

پدمنی "۔ اور کنولا دیوی کی صورت دیکھنے سے بھوک اُتر جاتی ہے۔ ایشور جانے چندے آفتاب اور چندے مہتاب ہے"۔

راجہ "۔ ایک کنولا دیوی کیا چیز ہے۔ اُس کے حرم سرائے میں ایک سے ایک بڑھکر حسین اور مہ جبیں موجود ہے"۔

پدمنی "۔ یہ لوگ عورتوں کو انسان نہیں سمجھتے"۔

راجہ "۔ ان کے نزدیک عورتیں گھر کا اسباب ہیں"۔

پدمنی "۔ گھر کا اسباب کیا۔ بلکہ یہ کہیئے کہ پاؤں کی جوتی ہیں"

راجہ "۔ واقعی سچ کہتی ہو۔ یہ ایسا ہی سمجھتے ہیں"۔

پدمنی "۔ یہ لوگ جب چاہتے ہیں۔ کان سے پکڑ کر عورتوں کو گھر سے باہر کرتے ہیں طلاق تو اُن کے منہہ کا نوالہ ہے۔ اور پھر عورت کو سات پردوں میں چھپا کر رکھتے ہیں۔ شکر ہے کہ بھگوان نے مجھے کسی مسلمان کے گھر جنم نہ دیا۔ نہیں تو مَیں بھی ساتویں کوٹھری میں قید کیجاتی۔ مَیں نے سنا ہے۔ یہ لوگ عورت کو گھر سے باہر نکلنے ہی نہیں دیتے"۔

راجہ "۔ بُرا حال کرتے ہیں۔ ہمیشہ جوتی کے تلے رکھتے ہیں۔ اُنکو ہر وقت

گالیاں دیتے ہیں۔ مارتے کوٹتے ہیں۔ اور اگر ذرا آنکھ اُٹھا کر کسی کی طرف
دیکھے۔ تو آنکھ نکلوا دیتے ہیں۔ ناک کاٹ ڈالتے ہیں۔ سر مونڈ دیتے ہیں۔
بھوکا مارتے ہیں۔ غرض طرح طرح کی ایذا دیتے ہیں۔"

پدمنی "خدا اُن کا منھہ کالا کرے۔"

راجہ "تمہیں علاؤالدین کا اصل حال بھی معلوم ہے۔"

پدمنی "نہیں مجھے تو معلوم نہیں۔"

راجہ "یہہ بڑا پاپی ہے سب سے پہلے آپ نے اپنے چچا پر ہاتھ صاف کیا تھا۔
وہ اِس کا محسن تھا۔ اُس نے اِسکی پرورش کی تھی۔ ابھی شیرخوار تھا کہ اس کے
ماں باپ اِسکو یتیم کر گئے۔ اِس کے چچا نے اِسکو گود لیا۔ اور لکھایا پڑھایا اس تعلیم
و تربیت کا بدلہ یہ ہوا کہ اِس نے نہایت سفاکی اور نالائقی کے ساتھ بیچارہ
ضعیف چچا کو قتل کیا۔"

پدمنی "اے میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ تم اس کا نام لیتے
ہو مجھے ڈر لگتا ہے۔ اِس سے بھوت پریت ناگ اور اژدر بہتر ہیں۔"

راجہ "وہ تو نرا ڈاکو ہے۔"

پدمنی۔ مجھے بڑی حیرانی یہ ہے۔ کہ کنولا دیوی کو کیا ہو گیا۔ اُس نے کس طرح
ایسے بُرے آدمی کو پسند کیا۔ راجہ کرن کی مہارانی ہو کر اُس نے مسلمان
کا ساتھ قبول کیا۔ اُسکو ذرا بھی نفرت نہ آئی۔ کیا بادشاہ بڑا ہی خوبصورت ہے۔ جسپر
وہ ریجھ پڑی۔"

راجہ "نہیں کوئی ایسا مہا سندر بھی نہیں ہے۔ مگر قسمت کا دھنی ہے۔ فتح
نصیب ایسا ہے کہ سیت بندرا میشور پر جا کر مسجد کے مینار بلند کیئے۔"

پدمنی "خیر میں تمہاری بات نہیں ٹالتی۔ اب تم بچن دے چکے ہو۔ مگر خبردار
بادشاہ کوئی بری بات منھہ سے نہ نکالے۔ ننگ و ناموس کا مقدمہ ہے۔ قسمت

جس طرح چاہے خاک میں ملائیے۔ مگر راجپوت کی مٹی سے یہ بے آبروئی کبھی نہ اُٹھیگی۔ جان پر کھیل جانا میرے آگے کوئی بڑی بات نہیں مال صدقہ جان ہے۔ اور جان حرمت پر قربان ہے۔ اگر بادشاہ نے کوئی بُرا ارادہ کیا۔ یا ذرا ہاتھ پاؤں چلایا تو دیکھ لو یہ ہی ہیرے کی انگوٹھی میرے ہاتھ میں ہے۔ جیسا کہ میں آگے کہہ چکی ہوں۔ ایک ہی کنی میں کام تمام ہو جائیگا۔ پھر تم بھی ہاتھ ملتے رہجاؤ گے۔"

راجہ "رام رام کرو۔ مجھے تم نے دیوس سمجھا ہے۔"

پدمنی "میرا دل گواہی دیتا ہے کہ تم غلط چال چل رہے ہو اگر کسی اور طرح یہ بلا ٹل جاوے تو بہتر ہے۔ میرا منہہ اُسے نہ دکھاؤ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ مردوا میری کرموں کی ماری صورت دیکھ کر مچل پڑے۔ ابھی تک اُس نے مجھے نہیں دیکھا۔ اگر میں نصیبوں جلی اُسکے منظور نظر ہو گئی۔ تو پھر بُرا ناچ مچائیگا۔"

راجہ "یہ بھی تم سچ کہتی ہو۔ ہے تو وہ چکنا گھڑا۔ کہیں گلے کا ہار نہ ہو جائے مگر نہیں۔ اگر اُسکی نگاہ بدلی ہوئی دیکھنے میں آئی تو اُسکا وہیں علاج کیا جاویگا۔"

پدمنی "اُس وقت تم سے علاج نہ ہو سکیگا۔ دیکھنے میں اور سننے میں کالے کوسوں کا فرق ہوتا ہے۔ ابھی تک اُس نے مجھے نہیں دیکھا۔"

راجہ "اب میں بچن دے چکا ہوں۔ جو ہو سو ہو۔ اگر بھگوان کی یہی اچھیا ہے۔ تو کون ٹال سکتا ہے۔"

پدمنی "تمہیں کسی کی صلاح تو لینی چاہیئے تھی۔"

راجہ "سب کی صلاح لے لی ہے۔"

پدمنی "واسدیو پنڈت سے بھی پوچھا۔"

راجہ "اُس کی تو یہ مرضی ہے۔"

پدمنی "اگر یہ اُسکی مرضی ہے تو یقین جانو وہ دشمنوں سے ملا ہوا ہے۔"

راجہ "پنڈت واسدیو ایسا آدمی نہیں ہے"

پدمنی "بھولے راجہ تجھے کیا خبر ہے۔ روپیہ نے بڑی کمائی کی ہے۔ دنیا میں لوگ جسے جادو یا طلسم کہتے ہیں۔ وہ درحقیقت روپیہ کے حروفوں میں بند ہے"

فصل دوم

(عورت کے خمیر میں بیوفائی ہے)

شام کا وقت ہے۔ کسان مویشیوں کو کھیت سے لیکر آہستہ آہستہ گھر کی طرف آرہے ہیں۔ دوکاندار چراغ جلانے کی فکر میں ہیں۔ پرندے اپنے نشیمنوں کی طرف اُڑ رہے ہیں۔ مزدور اور ملازمت پیشہ اپنے اپنے کام سے فارغ ہوکر بال بچوں کے ساتھ ہنس کھیل رہے ہیں۔ عورتیں سالن بگھار رہی ہیں۔ کوئی گوشت بھون رہی ہے۔ کوئی دال میں تڑکا لگا رہی ہے۔ کوئی بھرتے کاٹ رہی ہے۔ کوئی چپاتی سینک رہی ہے۔ مسجد میں خدا دوست مغرب کا سلام پھیر چکے ہیں۔ کوئی کوئی ستارہ آسمان پر نظر آرہا ہے۔ شفق نے اپنا کالا پیلا سنہرا خاکی پردہ کے نیچے چھپا دیا ہے۔ اور دلی میں شاہی محل کے درمیان ایک پُرتکلف کمرہ میں ایک شخص پلنگ پر لحاف سے منہ ڈھانپ کر بیٹھا ہوا ہے۔ یہ علاؤالدین شہنشاہ ہندوستان ہے۔ کمرہ کی آراستگی اور سجاوٹ قصر فریدوں کو شرماتی ہے۔ اور نگارخانۂ چین کی آبرو خاک میں ملاتی ہے۔ یہ کمرہ طول و عرض میں بیس گز مربع ہے۔ اِس کا فرش سنگ مرمر کا ہے جس پر ایرانی قالین نہایت سلیقہ کے ساتھ بچھا ہوا ہے۔ وسط میں ایک بیش بہا منقش کی مسند بچھی ہے۔ جانب مغرب ایک چارپائی پڑی ہوئی ہے

جس کے پائے سونے کے ہیں اور جن پر یاقوت - زمرد - اور پکھراج جڑے ہوئے ہیں - یہ چارپائی ریشم سے بُنی ہوئی ہے - اس کا کاشانی مخمل کا سبز گدیلا ہے - اس پر سفید ریشمی چادر ہے سر کی جانب سُرخ مخمل کے جھالر دار تکیے دھرے ہوئے ہیں - اس پر قرمزی کمخواب کا لحاف ہے - اور یہ لحاف اوڑھے ہوئے علاؤالدین شاہ لیٹا ہوا ہے -

کمرہ کی دیواروں پر سبز رنگ شاخ چنار اور سبزہ رخسار تبان ہند پر اوس برس رہا ہے - چھت میں گولے اور جھاڑ ستاروں اور کہکشاں کی طرح آنکھوں کو چوندھیا رہے ہیں - چاروں طرف چار خوشخط قطعے جلی قلم میں لکھے ہوئے اور سنہری روپہلی چوکھٹوں میں جڑے ہوئے دیواروں کے ساتھ آویزاں ہیں - جانب مغرب جو قطعہ لٹک رہا ہے - اُسمیں یہ شعر لکھا ہوا ہے ؎

خبرے کن اے فلاں و غنیمت شمار عمر
زان پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

جو قطعہ جانب مشرق ہے - اُس میں یہ شعر ہے ؎

پئے علم چون شمع باید گداخت
کہ بے علم نتوان خدارا شناخت

تیسرا قطعہ جو جانب شمال آویزاں ہے - اسمیں یہ شعر ہے ؎

مکن بر ضعیفان بیچارہ زور
بیندیش آخر ز تنگی گور

چوتھا قطعہ جو جانب جنوب لٹک رہا ہے - اُس میں یہ شعر لکھا ہے ؎

نصیحت گوش کن جاناں کہ از جان دوست تر دارند
جوانان سعادت مند پند پیر دانا را

اِس کمرہ کا پردہ اُٹھا اور ایک شخص اندر آیا - اور بادشاہ کے بستر کے

پاس آکر آہستہ آہستہ پاؤں دبانے لگا۔ یہ نصرت خان بادشاہ کا وزیر اعظم تھا۔

بادشاہ "کون ہے؟"

نصرت خان "غلام"

علاؤالدین "اس وقت دق نہ کرو"

نصرت خان "کیوں حضور خیر ہے؟"

علاؤالدین "اس وقت مجھے جواب و سوال کا دماغ نہیں"

نصرت خان "مجھے ایک بڑا ضروری معاملہ عرض کرنا ہے"

علاؤالدین "ڈالو بھاڑ میں"

نصرت خان "ایسا نہ ہو تاخیر سے کام بگڑ جاوے"

علاؤالدین "عجب خروس بے ہنگام ہے۔ ہم اس وقت پدمنی کے خیال میں ہیں۔ ہمیں دق نہ کرو"

نصرت خان "مجھے بھی کچھ اسی معاملہ کے متعلق عرض کرنا ہے"

علاؤالدین "ہاں ہاں۔ بیشک بیشک"

نصرت خان "حضور کا پیغام راجہ نے منظور کر لیا ہے"

علاؤالدین "کیا اس گوہر خوبی کو میرے حوالہ کر دیگا"

بریں مژدہ گر جان فشانم رواست
کہ این مژدہ آسایش جان ماست

نصرت خان "نہیں حضور یہ بات نہیں"

علاؤالدین "اگر یہ بات نہیں ہے تو اور کیا بات ہے؟"

نصرت خان "دوسری شرط منظور کر لی ہے"

علاؤالدین "وہ کیا شرط ہے؟"

نصرت خان۔ "یعنی حضور مع الخیر قلعہ میں جائیں پدمنی اپنی صورت دکھا کر اور صلح ہو جائے۔"

علاؤالدین۔ "اچھا یہ بھی غنیمت ہے۔ ہم تو اُس شمع خوبی کے پروانہ ہو گئے۔"

الف خان۔ "ہمارے عزیز بھائی سے کہو کہ جس طرح ہو سکے اُس کو قابو میں لاوی آسمان توڑے زمین پھوڑے۔ فریب جس طرح سے پہلی دفعہ سبز باغ دکھانے۔ اور اُس صیاد مرغ دل کو ہاتھ میں لائے۔"

نصرت خان۔ "حضور استقلال کو ہاتھ سے نہ دیں۔ بادشاہ ذی شان سے بعید ہے کہ ایک عورت کے پیچھے جملہ کاروبار سے معطل و متنفر ہو جاویں۔ عورتیں بُری بلا ہیں۔ اِن سے پرہیز ہی کرنا چاہیئے۔ ان کے فریب سے شیطان نے بھی پناہ مانگی ہے۔ ہنسنا اور رونا اِنکے بائیں ہاتھ کا کرتب ہے۔ گھڑی میں رو پڑتی ہیں۔ اور پل میں کھل کھلا کر ہنس دیتی ہے۔ اوپرے دل سے اس ... بسورتی اور نسوے بہاتی ہیں۔ گویا واقعی ان کے شیشۂ دل کو ٹھیس لگی ہے مگر باطن میں کھلی پڑتی ہیں۔ کہ ہمارا فریب خوب دیکھنے اور سننے والوں کو اُلّو بنا رہا ہے۔ اِنکی شان میں نظامی گنجوی نے بہت بجا کہا ہے

اگر نیک بودے سرانجام زن

زناں را مزن نام بودے نہ زن

میں حضور کو ایک دلچسپ حکایت سناتا ہوں جس سے حضور کو معلوم ہو گا۔ کہ عورتوں کا خمیر بیوفائی اور نارا ستی سے مرکب کیا گیا ہے۔ لاہور میں ایک خوبصورت جوان رعنا تھا۔ جو علاوہ خوبصورتی کے خوش پوش اور خوش سیر بھی تھا۔ وہ عورت کے نام سے نفرت رکھتا تھا۔ ہمیشہ اوقات عیش و نشاط میں بسر کرتا تھا۔ عورت کے سایہ سے کوسوں بھاگتا تھا۔ ایک دن کا ذکر ہے۔ کہ ایک دوست اُسکی ملاقات کو آیا۔ اور کہنے لگا کہ "عزیز خداوند تعالےٰ نے اپنی حکمت کاملہ

سے عورت انسان کا جوڑا پیدا کیا ہے۔ تجھے ناحق اس قدر نفرت ہے۔ سب عورتیں بیوفا نہیں ہوتیں ؎

نہ ہر زن زن است و نہ ہر مرد مرد
خدا پنج انگشت یکساں نہ کرد

دنیا میں ایسی ایسی عورتیں نیکبخت اور پارسا موجود ہیں۔ کہ اُنکے باعث زمین و آسمان قایم ہے۔ اگر عقل تیری کامل ہے۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ جتنے مرد آگے گذر گئے ہیں۔ وہ سب عقل سے معرا تھے۔ اگر کوئی تیری طرح نکاح نہ کرتا تو سلسلہ پیدائش کا کاہیکو رہتا۔ اس خیال خام کو دل سے دور کر اور اپنی جوانی خاک میں نہ ملا۔ غرض اُس دوست کے اصرار سے اُس جوان نے ارادہ نکاح کا کیا۔ اور ایک چودہ برس کی عورت کے ساتھ نکاح کیا۔ یہ جوان اُس عورت کو بہت عزیز رکھتا تھا۔ اور دل و جان سے اُس پر شیفتہ اور شیدا تھا۔ اور وہ عورت بھی اُسکی مبتلا تھی۔ اور ہر دم اپنی عفت و عصمت کا اظہار کرتی رہتی تھی۔ ایک دن کا ذکر ہے۔ کہ وہ جوان ایک مرقع تصویروں کا لایا۔ اور عورت کو دکھانے لگا۔ ہنگام ورق گردانی ایک تصویر بہت خوبصورت دلفریب مرد کی اس مرقع میں نظر آئی۔ عورت نے فوراً اپنا منہہ چھپا لیا۔ جوان حیران ہوا۔ کہ باعث منہہ چھپانے کا کیا ہے۔ عورت مکر باز نے کہا کہ مجھے اِس نامحرم کی شکل دیکھکر شرم دامنگیر ہوئی ہے۔ دیکھو تو کیسی شوخی سے دیدہ پھاڑ پھاڑ کے گھور رہا ہے۔ نوجوان کو اُسکی پاکدامنی اور عفت کا اعتقاد ایک سے ہزار ہوا۔ ایک رات کا ذکر ہے۔ کہ آدھی رات کو جب اس جوان کی آنکھ کھلی تو عورت کو پلنگ پر نہ پایا۔ اُس نے جانا کہ واسطے قضاء حاجت کے گئی ہے۔ بدستور سو رہا۔ ایک شب پھر آنکھ کھل گئی۔ اس رات بھی اُسے غایب پایا۔ پھر نوجوان کا ماتھا ٹھنکا۔ جب تیسری رات بھی یہی معاملہ درپیش ہوا۔ پھر رات بھر جاگتا

کیا دیکھتا ہے کہ قبل نماز صبح کے چپکے سے دروازہ کھول کے اندر آئی۔ اور گھر کے کاروبار میں مشغول ہوئی۔ یہ حال دیکھکر جوان کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے اور چوتھی رات یہ حال دریافت کرنے کے لئے تمام رات بیدار رہا۔ جوان کے جاگنے سے عورت انگاروں پر لوٹتی تھی۔ اور بار بار یہی کہتی تھی کہ آج تمہیں نیند کیوں نہیں آتی۔ جوان مصلحتاً لیٹ رہا۔ اور لحاف سے منہ بند کرکے جھوٹ موٹ خراٹے لینے لگا۔ عورت خاوند کو سوتا جانکر چپکے سے بستر سے اٹھی اور شہر کے باہر روانہ ہوئی۔ جوان بھی تلوار بغل میں دابکر روانہ ہوا۔ عورت ایک جھونپڑی میں گھس گئی۔ یہ ایک جوگی کی جھونپڑی تھی۔ جوان بھی ایک درخت کی آڑ میں چھپ گیا۔ وہ جوگی اس قحبہ کی انتظاری میں ببھوکا ہو رہا تھا۔ اسکو دیکھکر سونٹا بھنگ گھوٹنے کا لیکر اٹھا اور اتنے سونٹے مارے کہ اسکا بدن چکنا چور کر دیا۔ اور پھر چوٹی پکڑ کر جھونپڑے سے باہر کر دیا۔ عورت نے ہاتھ جوڑے اور کہا کہ میرا قصور معاف کر۔ آج وہ کمبخت بڑی مشکل سے سویا۔ خدا خدا کرکے وہ مرا۔ اور میں یہ ڑتی ہوئی حاضر ہوئی۔ تھوڑی دیر کے بعد اُس جوگی کا غصہ ٹھنڈا ہوا۔ اور عورت کو اندر بلا لیا۔ جوان کے بدن میں یہ حال دیکھکر غضب کی آگ بھڑک اٹھی۔ بارے تھوڑی دیر کے بعد وہ جوگی پیشاب کی خاطر باہر نکلا۔ مرد نے جو جال بچھا رکھا تھا۔ اس موقع کو غنیمت سمجھا۔ اور ایک ایسا وار تلوار کا کیا کہ سر نہایک اُس کا بہتا سا دور جا پڑا۔ اور آپ ایک درخت پر چڑھ کے پتوں میں پوشیدہ ہو گیا۔ جب عرصہ گذرا عورت فاحشہ جھونپڑی سے نکلی اور جوگی کو آواز دی۔ جوگی مردہ جسد سالم سے بہتر ہو چکا تھا۔ یار کو لوہو میں تر بتر دیکھکر اسکی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ لگی چاروں طرف دیکھنے۔ اس وقت اُسکے بشرہ سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ اگر شیر بھی سامنے آجاوے تو اُسکو بھی کچا چبا جاوے۔ جب بہت ڈھونڈھ چکی تو مجبور ہوکر جھونپڑی میں گئی اور جوگی کو ایک بغل میں

باندھ کے سر پر اُٹھا کر لے چلی۔ آدھ کوس کے فاصلہ پر ایک ندی بہتی تھی۔
وہاں اُس گٹھڑی کو ڈالدیا۔ اور گھر کی طرف لوٹی۔ جوان تیز قدمی کر کے اُس سے
پہلے گھر میں آکر سو رہا۔ خاوند کو سوتا دیکھکر اُسکی خاطر جمع ہوئی۔ اور کنارے پلنگ
کے غمزدہ ہو کر بیٹھی۔ صبح کے وقت جب جوان بیدار ہوا۔ تو اُس قحبہ کو کہا کہ مجھے
وضو کرنا ہے ذرا مجھے آفتابہ لادو۔ اُس نے بکراہیت تمام آفتابہ تک ہاتھ لیجا کر چھوڑ
دیا۔ جوان نے کہا کیوں جانمن خیر ہے آفتابہ کیوں نہ لائیں۔ عورت نے جواب دیا۔
بھلا اِس قدر بھاری برتن مجھ سے اُٹھ سکتا ہے؟ جوان کی زبانی بے تحاشا
نکل گیا۔ کہ خنجر سے زیادہ بھاری نہ ہوگا۔ یہ سنکر اُس عورت کا رنگ لال چقندر
ہو گیا۔ باورچیخانہ سے ایک چھری اُٹھا لائی۔ اور جبتک جوان خبردار ہو۔ اُسکے
سر و سینہ پر دو چار زخم کاری لگائے۔ بارے جوان نے سنبھل کر اپنے آپکو
اُس فاجرہ کے ہاتھ سے بچایا۔ اور اُسے بھی اُس کے یار کے پاس جہنم میں پہنچا
دیا۔ مطلب میرا اِس حکایت سے یہ تھا کہ حضور کیوں گھبراتے ہیں۔ خدا نے
آپکو واسطے گرداوری خلایق کے پیدا کیا ہے۔ حضور کی شان سے بعید ہے کہ
دل و دین اپنا ایسے فرقہ کے خیال وصل کے اشتیاق میں برباد کر دیں جن
سے بوئے وفا کا مشام جان تک پہنچنا دشوار ہے ؎

مشہور ہے شیطان جہان میں اُستاد
پر ہاتھ سے عورت کے کرے ہے فریاد
جو مکر و فریب آتے ہیں اِس فرقہ کو
ابلیس کو بھی نہیں مگر ایسے یاد

علاؤالدین نے نصرت خان سے کہا کہ لایعنی گفتگو ہے۔ ایسی باد ہوائی
باتیں بہت سی سنی ہوئی ہیں۔ تجھے تو ہماری چند روز کی پسند نہیں۔ اُسے چرا کے
اپنی بغل میں رکھ چھوڑو۔ اگر حق نمک ادا کرنا چاہتے ہو۔ تو ایسا پیچ کھیلو کہ

راجہ جنگل اور پہاڑ میں بھٹکتا پھرے۔ اور وہ گلبدن بلا تکلیف ہمارے ہاتھ آوے"

نصرت خان "حضور مجھے اچھی طرح سے یاد ہے۔ کہ ایک دن اسی طرح آپ رانی کنولا دیوی صاحبہ کے عشق میں از خود رفتہ ہو رہے تھے۔ آج حضور رانی پدمنی کی محبت میں خواب و خورش ترک کر بیٹھے ہیں"

علاؤالدین "کنولا دیوی کا کچھ اور معاملہ تھا۔ ہمنے سنا ہے۔ کہ پدمنی ایسی حسین ہے۔ کہ کنولا دیوی اُسکی جوتی کی بھی برابری نہیں کر سکتی۔ جب سے ہم نے اُسکے حسن روزافزوں کی تعریف سنی ہے۔ ہمارے دہان شوق میں پانی بھر آیا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ کونسا وقت ہو کہ ہماری مراد بر آوے۔ چاہے خزانۂ شاہی میں ایک پیسہ نہ رہے۔ چاہے ہمارے مشہور اور بہادر جرنیل کام آئیں۔ چاہے اِدہر کی دنیا اُدہر ہو جائے۔ مگر پدمنی ضرور ہاتھ آئے"

نصرت خان "الف خان بڑا تجربہ کار شخص ہے۔ اُسے حضور نے خود تاکید کی ہے۔ امید قوی ہے۔ کہ وہ اِس مہم کو بخوبی انجام دیگا۔ مینے بہ تحقیق سُنا ہے۔ کہ اُس نے راجہ کے وزیر پنڈت واسدیو کو ہاتھوں پر ڈال لیا ہے۔ اور اُس واسدیو پنڈت کے مشورہ سے یہ صلاح قرار پائی ہے۔ کہ حضور بنفس نفیس چند خاص خاص امرا کے ساتھ قلعہ چتور گڈھ میں تشریف لیجاویں اُدہر سے پدمنی بھی آوے اور حضور کو صورت دکھاوے"

علاؤالدین "اِس بہانہ سے یہ بھی معلوم ہو جائیگا۔ کہ آیا وہ واقعی ایسی قبول صورت ہے۔ جیسا کہ تعریف سنی جاتی ہے۔ یا نری افواہ ہی افواہ ہے"

نصرت خان "میرا بھی یہی خیال ہے۔ ابھی تک نادیدہ عاشق ہیں"

علاؤالدین "ہم نے بہ تحقیق سنا ہے۔ کہ دیدہ ہے۔ نہ شنیدہ ہے۔ یعنی اُسے شعلۂ جوالہ۔ شعلۂ برق۔ شعلۂ طور کہنا چاہیئے"

نصرت خان "خدا کرے وہ ایسی نہ ہو"

علاؤالدین۔ "یہ تم کیا کہتے ہو؟"
نصرت خان۔ "مجھے ڈر ہے کہ اگر واقعی اسکا ابدہ رفی النجوم ہے۔ تو جس وقت
حضور نے اُسے دیکھا پھر قیامت کبرا برپا ہو جاوے گی۔ راجہ نے اُسے دینا نہیں۔
حضور نے لیئے بغیر رہنا نہیں۔ اِسی کشمکش میں ہزاروں ناکردہ گناہ بندوں
کا خون ناحق پانی کی طرح بہ جاویگا۔"
علاؤالدین۔ "کوئی تجویز نہیں ہے۔ جس سے راجہ اِس سونے کی چڑیا کو لیکر
یہاں آجاوے"
نصرت خان۔ "اِس سے کیا فائدہ ہوگا"
علاؤالدین۔ "اِس سے یہ فائدہ کہ راجہ کو فوراً حلقۂ بگوش کر کے قید کرینگے
اور رانی کو محلسرائے میں داخل کر لینگے"
نصرت خان۔ "فرض کیا کہ حضور نے رانی کو محلسرائے میں داخل کر بھی لیا۔
پھر اگر اُس نے غصے سے انکار کر دیا تو کیا کرینگے۔ جبر و تعدی کو کام میں لائیگے"
علاؤالدین۔ "نہیں جبر و تعدی کی ضرورت نہیں۔ وہ خود بخود رام ہو جاویگی
عورت کا بہلانا کونسی بڑی بات ہے"
نصرت خان۔ "جہانتک میرا تجربہ ہے۔ وہ عورت ایسی نہیں ہے۔ کہ آسانی سے
جال میں پھنس جاوے۔ اکثر دیکھا ہے۔ کہ عورتیں صورت پر بہت جلد لٹو ہو جاتی
ہیں۔ چتوڑ گڈھ کا راجہ خود بڑا بانکا جوان ہے۔ اور اُسکی سوائے پدمنی
کے اور کوئی بیوی بھی نہیں ہے۔ دن رات پدمنی کے پاؤں دھو دھو کر
پیتا ہے۔ پرلے درجے کا زن مرید ہے۔ سیاہ و سفید کی رانی مالک ہے۔ پھر اُسکو
چھوڑ کر رانی آپ کو کب پسند کریگی"
علاؤالدین۔ "واہ یہ نہ کہو عورت کی طبیعت ہی نرالی ہوتی ہے۔ رانی کنولادیوی
کا حال دیکھ چکے ہو۔ راجہ کرن کیسا تھا۔ وہ بھی جوان بچہ تھا۔ اب رانی صاحبہ کا یہ حال ہے

کہ بیچارہ راجہ کو بھولے سے بھی یاد نہیں کرتیں" ؎

وفاداری مجو از بلبلان چشم

کہ ہر دم بر گلے دیگر سرایند

اگر راجہ پر ایسی ہی بلبہار ہے۔ تو دو چار روز بے چین رہے گی۔ پھر آپ ہی راہ پر آجائیگی۔ تم خود ابھی بیان کر چکے ہو۔ کہ عورت کے خمیر میں بیوفائی ہے۔ ہم طفل مکتب نہیں۔ ہمارا تجربہ اِس معاملہ پر تم سے زیادہ ہے۔ عورت پر کبھی بھروسہ نہیں کرنا چاہیئے۔ اِنکو صرف اپنی بزم عشرت کا اسباب یا لوازمہ سمجھنا چاہیئے ہماری رائے میں شراب، کباب، گزک اور عورت مساوی ہیں"۔

نصرت خان "اگر حضور کے نزدیک عورت ایسی ادنےٰ شئے ہے۔ پھر تو ناحق ایک عورت کے لیئے اتنا دردِ سر گوارا کرنا بھی مناسب معلوم نہیں ہوتا"۔

علاؤالدین "ایک عورت کی بات نہیں۔ اوّل تو ہم یہ عزم کر چکے ہیں۔ کہ چتوڑ کو زیر کریں۔ دوسرے یہ کہ رانی پدمنی کچھ معمول سے بڑھکر حسین ہے۔ اور اچھی چیز کون نہیں لینا چاہتا۔ تیسرے جب سے ہم نے اُسکی تعریف سنی ہے۔ بے اختیار دل کو پیچ و تاب ہو رہا ہے۔ یہی دل چاہتا ہے۔ کہ دیکھیں تو وہ کونسی شاخ زعفران یا پر سرخاب ہے"۔

نصرت خان "حضور مالک ہیں میرا منصب یہ نہیں کہ حضور کی مرضی کے برخلاف کوئی بات کروں ؎

اگر شہ روز را گوید شب است این

بباید گفت اینک ماہ و پروین

علاؤالدین "ہم وہ نہیں کہ تلوّن مزاجی کو اپنے نزدیک آنے دیں۔ ہم جو منہ سے نکالتے ہیں۔ وہ کرکے دکھا دیتے ہیں۔ ہمارا ارادہ پتھر کی لکیر ہے اب ہم نے عزم بالجزم کر لیا ہے۔ چاہے ہماری سلطنت زیر و زبر ہو جائے۔

چاہے ہمارا ملک تباہ ہو جائے۔ چاہے ہماری قلمرو میں اُلّو بول جائے۔ مگر پدمنی ضرور ہاتھ آ جائے"

نصرت خاں "خدا حضور کے ارادہ کو پورا کرے"

علاؤالدین "تم ابھی جاؤ۔ اور الف خان کو جواب لکھو کہ ہمیں وہاں پہنچا جانے اور روپیہ کی فکر نہ کرے۔ واسد بو کو گانٹھ رکھے"

نصرت خاں "بہت بہتر"

فصل سوم

(دل چاہتا ہے موتے کا منہ جھلس دوں)

ایک دلکش باغ میں جو بعینہٖ نمونۂ فردوس بریں ہوا اور جسکی شان میں یہ شعر

اگر فردوس بر روئے زمین است
ہمیں است و ہمیں است و ہمیں است

صادق آتا ہے۔ ایک مہ جبیں زرنگار کرسی پر بیٹھی ہوئی ہے۔ اور ایک ضعیف العمر عورت اُسکے بالوں میں کنگھی پھیر رہی ہے۔ یہ کرسی نشین رانی کنولا دیوی ہے اور مشاطہ جمنا بائی وہی عورت ہے جس نے رانی کو بچپن سے پالا تھا۔ اور راجہ کرن کے محلوں سے اِس کے ہمراہ آئی تھی۔ یہ جمنا بائی ہی کی کارستانی ہے کہ رانی نے علاؤالدین بادشاہ کو قبول کیا۔ اور باپ دادا کے دین کو سلام کیا"

کنولا دیوی "جمنا دیکھا تم نے بادشاہ کا حال"

جمنا بائی "نہیں رانی مجھے تو کچھ خبر نہیں"

کنولا دیوی "اب کیا بھولی بنی ہے"

جمنا بائی "تمہارے سر کی قسم مجھے تو کچھ خبر نہیں"

کنولا دیوی "مرد کی ذات بھی کیا بیوفا ہوتی ہے۔ یہہ لوگ بڑے طوطا چشم ہوتے ہیں۔ گھڑی میں مہربان ہیں۔ تو گھڑی میں غصہ لیے کے گھر میں آجاتے ہیں"

جمنا "رانی یہ کوئی نئی بات نہیں ہے"

کنولا دیوی "تمہارے بادشاہ نے تو خوب آنکھیں بدلیں۔ آج چوتھا دن ہے۔ صورت تک نہیں دکھائی۔ کل میںنے بلا بھیجا تو خشک جواب دیدیا"

جمنا "کیا جواب دیا"

کنولا دیوی "کہنے لگے کہ ہم کوئی زن مرید ہیں۔ کہ دن رات رانی کے گھٹنے سے لگے بیٹھے رہیں۔ جاؤ کہدو کہ فرصت نہیں"

جمنا "صدقہ کیا تھا"

کنولا دیوی "یہ آگ سب تمہاری لگائی ہوئی ہے"

جمنا "مجھے کیا خبر تھی کہ یہ موا اتنی جلدی آنکھیں بدل لیگا"

کنولا دیوی "بڑا کورا ہے"

جمنا "میرا تو دل یہ چاہتا ہے۔ کہ موئے کا منہہ جھلس دوں"

کنولا دیوی "درگذر کرو۔ جیسی نیت ویسی مراد"

جمنا "بڑا جھوٹا ہے۔ اِسکی زبان کا بھی اعتبار نہیں"

کنولا دیوی "تم نے بھی شاید کوئی اقرار کیا ہوگا"

جمنا "اقرار کیا کرتا تہا۔ یہ تو کوئی قصائی ہے۔ خدا جانے یہ بادشاہ کس طرح ہوگیا۔ بادشاہوں کی طبیعت تو ایسی کمینی نہیں ہوتی"

کنولا دیوی "جمنا مجھے تو تم نے پھنسایا۔ میں اُسکے پھندے میں کبھی نہ آتی"

جمنا "اب میں بھی پچھتاتی ہوں"

کنولا دیوی "اب پچھتائے کیا ہوتا ہے۔ اب تو چڑیاں کھیت چگ گئیں"

جمنا۔" اِس پاپی نے اپنی پگڑی اُتار کر میرے پاؤں پر دھر دی تھی اور کہا تھا کہ میری زندگی رانی سے ہے۔ جس طرح ہو سکے پری کو شیشہ میں اُتار دو۔ تم میری منہ بولی ماں ہو۔ تمام عمر تمہارا تابعدار رہونگا۔ راج پاٹ کی تم ہی مالک ہو جاؤگی۔"

کنولا دیوی۔" بس آگئی اُس کے بہروں میں۔"

جمنا۔" مجھے کیا خبر تھی کہ ظاہر میں انسان اور باطن میں شیطان ہے۔"

کنولا دیوی۔" اب تم سے کِس طرح بولتا چالتا ہے؟"

جمنا۔" اب تو سیدھے منہ کلام بھی نہیں کرتا۔"

کنولا دیوی۔" تمہارا یہی علاج ہے۔"

جمنا۔" ایک دن مَیں نے اشارہ کیا تو کہنے لگا او بے ادب گستاخ۔ اپنی قدر پہچان۔ اور اپنے رتبہ سے بڑھکر گفتگو نہ کر۔ تو نہیں جانتی کہ بادشاہوں کے روبرو گفتگو ادب و قواعد سے کیجاتی ہے۔ اب کے تو معاف کرتا ہوں۔ پھر کبھی گستاخی کی تو حکم دونگا کہ فوراً تیری زبان دست پناہ سے نکالی جاوے۔ بیوی میں تو ڈر گئی۔ اور اُس دن سے اُس موئے کے سامنے نہیں ہوتی۔"

کنولا دیوی۔" شادی کے بعد ایک ہفتہ بیدار رہا ہے۔ پھر محبت میں کمی ہونے لگی۔ اب دو ہفتہ سے تو یہ حال ہے۔ کہ گفتگو بھی کرتا ہے تو کراہت اور نفرت کے ساتھ اور ایک ہفتہ سے تو آنا بھی بند کر دیا ہے۔"

جمنا۔" بس اب طبیعت بھر گئی مونڈی کاٹے کی۔"

کنولا دیوی۔" اچھا جمنا یہ تمہاری نیکی بھی یاد رہیگی۔"

جمنا۔" رانی جو بیٹے جان بوجھکر آپ سے بُرائی کی ہو۔ تو ابھی مجھے رزق کی مار پڑے۔"

کنولا دیوی۔" ہائے نصیبہ۔"

جمنا" رانی تم موئے کو درگور کرو۔ تمہاری بلا غم کرے۔"

کنولا دیوی" میں اس نامراد کی طرف سے تو نہیں جلتی۔ مجھے اسکی ذرا بھی پروا نہیں۔ میرا اختیار ہو۔ تو میں اسکے تکے شکاری کتوں سے اڑا دوں۔ مجھے اسکی کبھی محبت نہیں ہوئی۔ مینے جو اس سے شادی کی تھی تو دل سے خوش ہو کر نہیں کی۔ مینے مجبور ہو کر اس نامراد کے پہلو میں لیٹنا منظور کیا۔ دل سے میں اسکو نہیں چاہتی۔"

جمنا" پھر تم اوداس کیوں رہتی ہو"

کنولا دیوی" مجھے اُس کے سکھ یاد آتے ہیں۔ ہائے۔ چین سے گذرتی تھی۔ بیچارہ ہاتھ باندھکر کھڑا رہتا تھا۔ اگر ذرا میرے سر میں بھی درد ہوتی تھی تو بیحال ہو جاتا تھا۔ ایک دن کی بات ہے کہ میری انگلی میں چاقو سے ذرا سا زخم آگیا۔ خون نکلتا دیکھکر بیچارہ تلملا گیا۔ اور تمام رات میرا سر زانو پر رکھ کر بیٹھا رہا۔ مینے کہا بھی کہ تم اب سو جاؤ مجھے آرام ہے۔ مگر وہ بندہ خدا کا ایک پل بھر نہ سویا۔ ہائے کرن تجھ سے چھوٹ کر میں وکھیاری کہیں کی بھی نہ رہی"

جمنا" رانی مہاراج کرن کی کیا بات کرتی ہو۔ اِس مردود کو کیا نسبت وہ فرشتہ تھا۔ یہ تو پاپی ہے"

کنولا دیوی" اب خدا جانے بیچارہ کہاں آوارہ و سرگردان ہوگا"

جمنا" اِس پاپی کے ہاتھوں جنگلوں اور پہاڑوں میں بھٹک رہا ہے"

کنولا دیوی" ہائے اللہ کیا تھا اور کیا ہو گیا"

جمنا" صبر کرو جب وہ دن نہیں رہے۔ تو یہ بھی نہیں رہیں گے"

کنولا دیوی" میں کہتی ہوں کہ یہ مرد ہمکو کیا سمجھتے ہیں۔ کیا ہمارے میں پتا نہیں ہے۔ یہ تو جو چاہیں سو کریں۔ اور ہم اُن کے فراق میں جل جل مریں۔ عیاشی کرنے میں انکو عار نہیں۔ شراب پینے سے یہ بیزار نہیں۔ غیر کی بہو بیٹی کو گھورنا یہ

فخر سمجھتے ہیں۔ پرائے مال پر ہاتھ صاف کرنا اپنا کرتب جانتے ہیں اور پھر ہم کو اِس طرح سے دباتے ہیں۔ گویا ہم اُن کے پاؤں کی جوتی ہیں۔ یہ تو جس عورت کو چاہیں گھر میں ڈال لیں۔ اور ہم انہیں کی امید پر خانہ نشین رہیں۔ یہ تو آزادی میں زندگی بسر کریں۔ اور ہم قید بے زنجیر میں عمر گذاریں۔ اگر ہم سے کوئی گناہ ہو جائے تو پیر لال پیلے ہوتے ہیں۔ اور یہ نہیں سوچتے کہ خود گناہ مجسم ہیں۔ اگر کوئی عورت کسی غیر مرد کی طرف دیکھے تو طلاق دیدیتے ہیں۔ ناک کاٹ ڈالتے ہیں۔ سر مونڈ کر دھکا دیدیتے ہیں۔ بڑے عذاب کے ساتھ قتل کروا لیتے ہیں۔ اور خود دن رات غیر عورتوں کے رنگ رلیاں مناتے ہیں۔ کیا یہ منہ کے رستہ پیدا ہوئے۔ اور ہم کسی اور جگہ سے۔ کیا اِن کے چار ہاتھ ہیں۔ اور ہمارے دو کیا اِنکی عقل ہم سے زیادہ ہے۔ اور ہم بھلے بُرے کو نہیں سمجھتے۔ اندھیر خدا ہمکو جانوروں سے بھی بدتر سمجھتے ہیں۔"

جمنا۔" سچ کہتی ہو رانی۔"

کنولا دیوی۔" میرا تو یہ جی چاہتا ہے۔ کہ اِس دنیا پر ٹھوک کر فقیر ہو جائیں۔"

جمنا۔" رانی ایسی باتیں منہ سے نہ نکالو۔ تم محلوں کی پلی ہو۔ تم جنگل اور بن میں ایک دن زندہ نہ رہسکو گی۔ یہ نازک بدن جسے پھولوں کی سیج پر کل نہیں پڑتی کھُری زمین اور کانٹوں والے گھاس پر لہولہان ہو جائیگا۔ یہ ننھا سا کلیجہ شیروں کی دہاڑ اور ہاتھیوں کی چنگھاڑ کب برداشت کرسکیگا۔"

کنولا دیوی۔" بلا سے مجھ سے یہ ستم نہیں سہا جاتا۔ اِس موذی کے چنگل میں گرفتار ہونے سے مرجانا بہتر ہے۔" ع

گھبرا رہے مجھے تم نے عجب حال ہے جی کا
اے نالۂ دل رفت ہے فریادرسی کا

جمنا۔" گھبراؤ نہیں میں اِس موذی کو جہنم داخل کئے دیتی ہوں۔"

کنولا دیوی "میں تمہارا مطلب نہیں سمجھتی۔"

جمنا" بادشاہ سے دراصل کوئی خوش نہیں۔ اِسکو چچا کا قاتل جانکر لوگ دِل میں اِس سے نفرت کرتے ہیں۔ خاص کر کے اِسکی چچی تو اس کے خون کی پیاسی ہے۔ اِس نامراد نے اُسکو دہوکا دیا ہے۔ پہلے اُس کے خاوند کو فریب سے قتل کیا۔ پہر اُسکے نابالغ بچہ کو ترسا ترسا کر کے ذبح کیا۔ وہ دِل میں اِسکی بڑی دشمن ہے۔ گو بظاہر خاطر و مدارات کرتی ہے۔ میں اُس سے مشورہ کر کے کوئی تدبیر سوچتی ہوں جس سے یہ آفت خود بخود سر سے ٹل جاوے۔ سانپ بہی مر جاوے۔ اور لاٹھی بہی نہ ٹوٹے۔"

کنولا دیوی "تم کیا سمجھتی ہو۔ کہ اگر یہ مر جاویگا۔ تو ہمیں راجہ کرن کی ملاقات پہر نصیب ہو جاویگی۔"

جمنا" کیا عجب ہے۔ کہ خدا پہر دن پہیرے۔"

کنولا دیوی "اب اس خیال سے مُنہہ دہو رکہو۔ کرن بہی راجپوت کا سپوت ہے۔ وہ اب میری صورت پر لاحول پڑہیگا۔ چہو جاؤں تو آپ کو ہر سے بدن دہوئے۔ اب میں اُس کے لائق کہاں رہی۔ میرا جنم بہرشٹ گیا۔ میری کایا پلٹ گئی۔"

جمنا" وہ بڑا نیک بندہ ہے۔ وہ سب کچھ بہول جاویگا۔"

کنولا دیوی "نہیں۔ بہوکا شیر کبہی کتے کا جوٹہا نہیں کہاتا۔"

جمنا" پہر کیا کیا جاوے۔"

کنولا دیوی "بس یہی صبر و شکر کرے جو خدا دکہائے سو دیکہو
قسمت دِکہائے جو اُسے ناچار دیکہنا

جمنا" ایسے بد نیت کو کچھ سزا ضرور ملنی چاہیئے۔"

کنولا دیوی "خدا دیگا۔"

فصل چہارم

(کہیں ایسا نہ ہو کہ لینے کے دینے پڑ جائیں)

چتور گڑھ کے قلعہ میں ایک نازنین زہرہ جبیں حور جمال پری تمثال اداس بیٹھی ہوئی ہے۔ یہ پدمنی ہے۔ جب سے راجہ نے یہ خبر بد سنائی ہے۔ یہ پھول سا چہرہ اندوہ اور ملال کی تپش سے کمھلا گیا ہے۔ نہ کسی سے بات کرتی ہے۔ نہ کچھ کھاتی پیتی ہے۔ پدمنی کے مقابل میں ایک اور خوبصورت پندرہ سال کی کنواری لڑکی بیٹھی ہے۔ اگرچہ پدمنی کے حسن کے آگے اس لڑکی کی شکل و شباہت کی کچھ وقعت نہیں ہے۔ مگر پھر بھی لاکھوں میں نہیں تو ہزاروں میں ایک ہے۔ اس لڑکی کا نام لچھمی ہے۔ یہ راجہ کی بیٹی پہلی بیوی سے ہے۔ اسکی ماں کے مرنے کے بعد راجہ نے رانی پدمنی کو بیاہا تھا۔ لچھمی کی سوتیلی ماں سے بڑی الفت تھی۔ اور وہ بھی اُسے جان سے زیادہ عزیز سمجھتی تھی۔"

لچھمی "رانی جی آج آپ اس طرح سے کیوں ہیں؟"

پدمنی "کچھ نہیں خیریت ہے"

لچھمی "نہیں رانی جی۔ آپ مجھ سے چھپاتی ہیں۔ آپکے چہرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے دشمنوں کو بڑا سخت غم ہے۔ جب سے مہاراج گئے ہیں۔ آپ نے کچھ کھایا پیا بھی نہیں ہے"

پدمنی "لچھمی کیا کہوں معلوم ہوتا ہے کہ اب میں کوئی دن کی مہمان ہوں"

لچھمی "رانی جی خیر خیر کرو"

پدمنی "بڑی آفت کا سامنا ہے۔ مسلمانوں کا بادشاہ فوج لیکر چڑھ آیا ہے

کہیں سے میری شکل کی تعریف سن لی ہے۔ اور نادیدہ عاشق ہو گیا ہے۔ اب راجہ سے کہلا بھیجا ہے۔ کہ پدمنی کو حوالہ کر دو تو خیر ہے۔ ورنہ ابھی چوبیخا کر کے تمہارے ملک میں ہل چلا دونگا۔"

پچھمی "توبہ میری یہ مسلمان لوگ بڑے ظالم ہیں۔ اِنکے گھر میں بھی ماں بہن ہے کہ نہیں"؟

پدمنی "سب کچھ ہے۔ مگر خدا کا خوف نہیں"۔

پچھمی "پھر مہاراج نے تو صاف جواب دیا ہوگا۔ اب لڑائی ہو گی"۔

پدمنی "مہاراج نے بھی راجپوتوں کے نام کو بٹہ لگا دیا"۔

پچھمی "ہیں! بھگوان نہ کرے کہیں حامی تو نہیں بھر لی"۔

پدمنی "حامی تو نہیں بھر لی۔ مگر حامی کے برابر ہی اقرار کر لیا ہے"۔

پچھمی "مجھے صاف صاف بتاؤ مہاراج کو کیا ہو گیا"؟

پدمنی "پنڈت واسدیو کی صلاح سے یہ اقرار کر لیا ہے۔ کہ بادشاہ یہاں آوے اور رانی کا منہہ دیکھکر چلا جاوے"۔

پچھمی "اور اگر اُس نے کوئی حرکت ناواجب کی تو پھر کیا ہوگا"۔

پدمنی "تو پھر یہ ہوگا کہ میری جان نہ ہو گی"۔

پچھمی "میری اچھی رانی تم جواب دیدو۔ کہدو کہ میں مسلمان کے روبرو نہیں ہوتی بڑی نامناسب بات ہے"۔

پدمنی "میں نے تو صاف جواب دیدیا تھا۔ مگر مہاراج قول ہار چکے ہیں۔ بچن دے چکے ہیں۔ وہ اپنے قول سے پھر نہیں سکتے"۔

پچھمی "سارے جہان میں بدنامی ہو جاویگی۔ تمام برادری میں ناک کٹ جاویگی۔ لوگ ہمارے اوپر ہنسیں گے۔ جس طرح ہم راجہ کرن کی رانی کو ملامتیں کرتے تھے لوگ ہمکو کرینگے۔ ہائے ہائے بڑی رسوائی کی بات ہو گی۔ کیا کریں کیا نہ کریں"۔

پدمنی "مرجانے کی بات ہے"
پچھمی "یوں کرو جس وقت بادشاہ یہاں آوے۔ تم بجائے اپنے کسی اور عورت کو بھیجدو۔ تم آپ روبرو نہ ہو"
پدمنی "آفرین ہے۔ تم نے بات تو اچھی کہی۔ اسی طرح کرونگی"
پچھمی "یہ اقرار کس کی صلاح سے مہاراج نے کر لیا"
پدمنی "کہہ جو رہی ہوں کہ پنڈت واسدیو ہی کلا کا مول ہے"
پچھمی "خدا جھوٹ نہ بلائے پنڈت واسدیو ضرور دشمنوں سے ملگیا ہے۔ یہ نام اسکی نمکحرامی ہے"
پدمنی "میں راجہ کو بلاکر اس صلاح کو بتاتی ہوں۔ اگر انکی عقل میں آجاوے تو بات اچھی ہے"
پچھمی "جاؤں میں بلالاؤں؟"
پدمنی "جلدی جاؤ"
راجہ "پھر مجھے کیوں بلایا؟"
پدمنی "ایک صلاح کرنی ہے"
راجہ "اب صلاح کو رہنے دو بار بار ایک ہی بات کو نہ لیٹے جاؤ"
پدمنی "آپ کی بیٹی نے ایک نہایت عمدہ تجویز سوچی ہے جس سے سانپ بھی مرجائیگا اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے گی"
راجہ "وہ کیا تجویز ہے جلدی بتاؤ؟"
پدمنی "جب بادشاہ یہاں آوے میری جگہ میری کسی خواص کو بھیجدو۔ بادشاہ کو کیا معلوم ہے کہ پدمنی کون ہے"
راجہ "ہاں بہت اچھی تجویز ہے"
پدمنی "مہاراج ایک ہی چھلی جل گندہ کرتی ہے۔ یہ نام تمہارے ہی نامراد نمکحرام کا ہے"

کی ہے۔ نہ وہ بادشاہ کے جال میں پھنس جاتی۔ نہ اُسکا حوصلہ بڑھ جاتا۔ اگر وہ صاف
جواب دیدیتی۔ تو پھر بادشاہ کا کبھی حوصلہ نہ بڑھتا۔ کہ بیگانہ مال پر نگاہ رکھے۔"
راجہ" سچ ہے۔ کنولا دیوی نے باپ دادا کا نام ڈبو دیا۔ اُسکو لازم تھا کہ مرنا قبول
کرتی مگر ملیچھ سے بیاہ نہ کرتی۔"
پدمنی" تو اب وہ کونسی سکھی ہو گی۔ ہرجائی سے سُکھ کی امید نہیں ہو سکتی۔ اُسکو
ہر دم نئی عورت کا خیال رہتا ہے۔ اُس کے گھر میں سینکڑوں عورتیں جانوروں
کی طرح پھر رہی ہیں۔ وہ کنولا دیوی کو کیا سمجھتا ہے۔"
راجہ" اگر کہو تو پنڈت واسدیو کو بھی بلوا کر صلاح کر لیں۔"
پدمنی" بہتر ہے ضرور بلواؤ۔"
پنڈت جی تشریف لائے۔"
راجہ۔ پنڈت جی آپ کو اِس لیئے تکلیف دی ہے۔ کہ لچھمی نے ایک تجویز سوچی ہو
اگر آپ کی سمجھ میں بھی آجائے تو اُس سے بہتر طریقہ کوئی نہیں جس سے آبرو
بھی بچ جائیگی۔ اور یہ آندھی بھی اوپر ہی اوپر گذر جائیگی۔"
پنڈت واسدیو" ہاں مہاراج اگر یہ ہو جائے تو پھر کیا چاہیئے۔"
راجہ" اب یہ صلاح ہوئی ہے کہ جس وقت بادشاہ یہاں آوے رانی پدمنی کی
جگہ کوئی اَور عورت گھونگٹ نکال کر سامنے ہو جاوے۔ اُسکو کیا خبر ہے کہ پدمنی کون ہے۔"
واسدیو" مہاراج آپ بچوں کی طرح باتیں کرتے ہیں۔ علاؤالدین ایک ہی بگڑا
دِل ہے۔ پرلے درجہ کا عیار ہے۔ اول نمبر کا چھچھالیا۔ کائیاں ہے۔ اُس گرگ
باراں دیدہ کو دھوکا دینا۔ آنکھوں کا کاجل چرانا ہے۔ ایسا نہ ہو لینے کے دینے
پڑ جائیں۔ ذرا سی بات پر فیصلہ ہونا ہے۔ ہرچند منہ کی کھانے سے آفت ٹلنی
ہے۔ ذرا سی بات کو گوارا کیجئے۔ اور ناحق بھڑوں کے چھتہ کو نہ چھیڑئے۔
آگے حضور مختار ہیں۔"

پدمنی "مہاراج آپ زبردستی کرتے ہیں۔ مَیں بھی مانتی ہوں۔ کہ بادشاہ بڑا گرگا ہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ مجھے اُس کے سامنے جاتے ہوئے ڈر لگتا ہے۔ میرا دل گواہی دیتا ہے۔ کہ جس وقت اُس نے میری صورت دیکھی فوراً پنجہ جھاڑ کر پیچھے پڑجائیگا۔ اِس وقت اُس کا شوق ایک درجہ پر ہے۔ اُسوقت فوراً سو درجہ پر ہوجاویگا۔ مَیں بار بار کہتی ہوں۔ مجھے اُس کے روبرو نہ کرو۔ مجھے زبردستی شیر کے چنگل میں نہ پھنساؤ"

راجہ "پنڈت جی رانی سچ کہتی ہے"

واسدیو "رانی بھی سچی۔ اور آپ بھی سچے۔ جو رائے عالی میں آوے وہ کریں"

راجہ "آپ بھی کچھ کہیں"

واسدیو "مَیں تو عرض کر چکا کہ بادشاہ نے دھوکے میں نہیں آنا۔ ذرا سی بات پر چڑھ جاویگا۔ پھر اُس بلا کو ٹالنا مشکل ہو جاویگا۔ وہ بھی دانا ہے۔ ایسا احمق نہیں ہے۔ کہ پرائے گھر میں آکر دست درازی کرے۔ اگر ایسا ہی شوخ چشت ہے تو پہلے ہم سب کو مار لیگا۔ پھر رانی کیطرف نظر اُٹھا کر دیکھیگا۔ ہم بھی مدت سے حضور کا نمک کھاتے ہیں۔ اور ایسے حلوائی نرم نہیں ہیں۔ کہ بلا تکلف نگل لیویں۔ ایسے لوہے کے چنے چبائیں گے کہ بچہ کو چھٹی کا دودھ یاد آجاویگا"

پدمنی "اگر ایسے ہی جوانمرد ہو تو ابھی میدان میں نکلکر باپ دادا کا نام روشن کرو اور اپنے مالک کو اِس بدنامی سے بچاؤ"

واسدیو "اِس میں مہاراج کی کوئی بدنامی نہیں ہے۔ آپ کا حُسن ایسا ہی دُربے بہا ہے جس کا چاردانگ عالم میں اِس وقت شہرہ ہے۔ اگر آپ کے حسن و جمال کا شہرہ سنکر اُسکو آپ کی صورت دیکھنے کا شوق چڑھ آیا ہے۔ تو کیا مضائقہ ہے۔ اچھی شئے کو ہر کوئی دیکھتا ہے۔ ہم لوگ ہندو ہیں۔ ہم پردہ کو بُرا سمجھتے ہیں۔ ہم مسلمان نہیں کہ اپنی بہو بیٹیاں تہ خانہ میں چھپا رکھیں۔ شوق سے آوے

اور آپ کی لاجواب صورت دیکھکر خدا کی صنعت کی داد دے۔"

پدمنی "پنڈت جی آپ بڑے دانا ہیں۔ اور میں ناقص عقل والی ہوں۔ مگر میں جانتی ہوں۔ کہ پردہ کا رواج بہت اچھا ہے۔ مسلمان لوگ نہایت دانائی کرتے ہیں کہ اپنی عورتوں کو نامحرموں کے روبرو نہیں کرتے۔ آنکھوں کا چار ہونا بہت برا ہے۔ اِن آنکھوں میں کشش مقناطیسی چھپی ہوئی ہے۔ جب تک انسان کسی شئے کو نہیں دیکھتا۔ اُسکی خواہش نہیں کرتا۔ خواہش فوراً اُسوقت پیدا ہو جاتی ہے جب کوئی شئے آنکھوں کے روبرو آجاتی ہے۔ میری بات کو یوں ہی نہ ٹالو۔ اِسکو سوچو۔ اسپر غور کرو۔ اسپر بحث کرو۔ اگر مجھے اُسکی نظروں سے پوشیدہ رکھوگے تو تمکو بڑا فائدہ ہوگا۔ بادشاہ بڑا بوالہوس ہے۔ اگر اُس نے مجھے ایک دفعہ بھی اچھی طرح دیکھ لیا۔ پھر وہ پیچھا نہیں چھوڑیگا۔ اور آپ سے بھی کچھ نہ ہوسکیگا۔"

واسدیو "اور اگر کسی ذریعہ سے تمہاری تصویر بادشاہ دیکھ چکا ہو پھر کیا واجب ہو۔"

پدمنی "اگر میری تصویر دیکھ چکا ہے تو پھر اُسکو میرے دیکھنے کی کیا ضرورت ہے اُس نے میری تصویر ہرگز نہیں دیکھی۔"

واسدیو "بہت بہتر میں حتی المقدور اِس معاملہ کی کوشش کرونگا۔ کہ اُسکے سامنے نہ ہوں۔"

راجہ "یہ ہوجائے تو بہت اچھا ہے۔"

واسدیو "آپ اطمینان رکھیں۔"

راجہ "جب سے یہ منحوس خبر سنی ہے۔ رانی صاحب نے کچھ نہیں کھایا۔"

واسدیو "مہارانی آپ ذرا فکر نہ کریں۔ جبتک ہماری جان میں جان ہے تب تک تو فرشتہ بھی نظر بھر کر آپکو نہیں دیکھ سکتا۔ علاؤالدین کس گنتی میں ہے۔"

پدمنی "پنڈت جی علاؤالدین بڑا حضرت ہے وہ پیسہ کے زور سے سب کچھ کر سکتا ہے۔ راجہ کے جان نثار بیچارے بھولے بھالے ہیں۔ مجھے ڈر ہے کہیں

روپیہ کے لالچ میں نہ آجائیں۔"

واسدیو "رانی یہ آپ نے کیا کہا ہے ہم لوگ وہ جان نثار نہیں کہ پیسہ کی لالچ میں آکر حق نمک فراموش کردیں؟ اگر گنج قارون بھی ہو تو ہم اُس پر لعنت کریں اور راجہ کا ساتھ نہ چھوڑیں۔ ہم نے تلواروں کی چھاؤں میں پرورش پائی ہے۔ ہم خوف و خطر کو کچھ خیال میں نہیں لاتے۔"

لچھمی (آہستہ سے) "چور کی داڑھی میں تنکا۔"

پدمنی "میں آپ کو نہیں کہتی۔ سیدھے بات کی ہے۔"

راجہ "پنڈت واسدیو ہمارا دہنا بازو ہے۔"

فصل پنجم

(میرا ایمان تو پیسہ ہے)

اب ہم اپنے ناظرین کو شاہی لشکر میں لیجاتے ہیں جو چتوڑ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک میدان میں خیمہ زن ہے۔ اِس لشکر کا سپہ سالار الف خان بادشاہ کا حقیقی بھائی ہے۔ پدمنی کی ملاقات کی نسبت جو فیصلہ ہوا وہ الف خان کی ہی معرفت ہوا ہے۔ اِس نے جملہ کارروائی کا خلاصہ ایک معتبر قاصد کی معرفت دہلی کہلا بھیجا تھا۔ اور وہاں سے جواب آگیا ہے کہ بادشاہ سلامت تمہاری کارروائی سے نہایت خوش ہوئے۔ تم ہر طرح خبردار رہو۔ اور حضور عالی کو وہاں پہنچا جانو۔ جس وقت ظل سبحانی مع الخیر اردوے معلےٰ میں وارد ہونگے اُس وقت ملاقات کا وقت مقرر کرکے راجہ صاحب کو اطلاع بجا دیگی۔ فی الحال تم اتنا کہلا بھیجو کہ راجہ صاحب کی تجویز حضور والا کو پسند ہے۔ انہیں صرف دور سے شکل دیکھنی منظور ہے۔

اس سے زیادہ اور کچھ مطلوب نہیں۔ الف خان یہ جواب پاکر اس امر کو سوچ رہا تھا۔ کہ کیسے قلعہ میں پہنچے کہ اتنے میں ایک قاصد راجہ کی طرف سے آیا اور عرض پرداز ہوا۔ کہ کچھ تخلیہ میں عرض کرنا ہے۔ الف خان نے فوراً حاضرین محفل کو رخصت کیا۔ اور خلوت میں قاصد کو بلوا بھیجا"

قاصد" راجہ صاحب نے دعا کہی ہے۔ اور کہا ہے۔ کہ ہم آپ کے اخلاق حمیدہ کے نادیدہ قائل ہیں۔ ہمارے وزیر با تدبیر، وشنفمبر پنڈت واسدیو نے آپکی ہم سے نہایت تعریف کی ہے جس سے ہمیں نہایت اشتیاق آپکی ملاقات کا ہوگیا ہے۔ امید ہے کہ بہت جلد کوئی موقع ہوگا کہ جس سے آپکی زیارت نصیب ہوگی۔ سردست ہم نے آپ سے کچھ ضروری بات کرنی ہے۔ اگر آپ کو فرصت ہو تو وقت مقرر کرکے ہمیں اطلاع دو۔ تاکہ ہمارا وزیر پنڈت واسدیو وہاں آکر آپ سے گفتگو کرے۔ اور جواب باصواب حاصل کرکے ہمیں اطلاع دے"

الف خان" اے پیامبر راجہ صاحب کو میری طرف سے سلام کہنا اور جواب دو پہلے جس بات کا فیصلہ بذریعہ خط و کتابت ہمارے مابین ہوا تھا۔ وہ میں نے بحضور حضور عالی کی خدمت میں گذارش کردی تھی۔ اسکا جواب مجھے آگیا ہے حضور عالی خود بہ نفس نفیس ایک دو روز میں تشریف لایا چاہتے ہیں۔ اور میں خوش ہوں کہ انہوں نے نہایت مہربانی سے اس تجویز کو قبول کرلیا ہے جس سے امید ہے کہ سلسلہ محبت اور یکدلی جانبین میں قایم رہیگا۔ اور بندگان خدا کا خون ناحق نہ بہیگا"

دوسری بات کا یہ جواب دینا کہ وزیر صاحب بلا تکلف تشریف لاویں اور اس گھر کو خانہ واحد سمجھیں۔ میں آپ کو تکلیف نہ دیتا۔ اور خود حاضر ہوتا مگر میں دوسرے شخص کا محکوم ہوں اور مجاز نہیں کہ لشکر کو چھوڑکے کہیں جاؤں۔ پس یہی وجہ ہے جس کے باعث میں مجبور اور آپ کی زیارت سے دور ہوں

جب راجہ کو یہ پیغام پہنچا تو اُس نے واسدیو سے کہا۔ کہ تم جاؤ۔ اور کسی طرح سے الف خان کو ہاتھوں پر ڈالو۔ اگر دو تین لاکھ روپیہ بھی صرف ہو جائے۔ تو کچھ پرواہ نہ کرنا۔ یہی شخص چلتا پرزہ ہے۔ اگر اُسکی معرفت علاؤ الدین جہنم واصل ہو جائے تو بہت اچھا ہوگا۔"

واسدیو قلعہ سے روانہ ہو کر چند سواروں کی جمعیت سے شاہی لشکر میں آیا اور تخلیہ میں الف خان سے حسب ذیل گفتگو ہوئی"۔

الف خان "آئیے پنڈت عالی مقام سنائیے آپ کے راجہ کا کیا حال ہے"

واسدیو" خان صاحب راجہ تو بیچارہ سیدھا آدمی بالکل گاؤدی اور گھامڑ ہے مگر اُسکی بیٹی بھی اور رانی پدمنی جسکا سارا قضیہ ہے دونو بڑی فتنہ پرداز ہیں"۔

الف خان" یہ تو آپ نے مجھے اُس روز بھی فرمایا تھا جب میں رات کو خفیہ طور پر ملا تھا۔ اور جس دن ———

واسدیو "جی ہاں۔ مگر ابھی تک باقی وصول نہیں ہوئی"۔

الف خان "گھبرائیے نہیں۔ بادشاہ سلامت آلیس جو آپ سے وعدہ ہو چکا ہے۔ وہ ضرور پورا کیا جاویگا"۔

واسدیو" آپکو معلوم ہے آج مجھے اِس سادہ لوح راجہ نے کس لیئے بھیجا ہے"۔

الف خان" مجھے کیا خبر۔ بھلا غیب کی مجھے کیا خبر ہو سکتی ہے"۔

واسدیو" رانی نے اُس کاٹھ کے اُلو کو یہ پٹی پڑھائی ہے۔ کہ جس طرح سے ہو سکے الف خان کو ہاتھوں پر ڈالو۔ جو مانگے وہ ہی دو"۔

الف خان (ہنسکر) جی ہاں اِن تلوں میں تیل نہیں۔ الف خاں کو پنڈت واسدیو نہ سمجھو"

واسدیو" خان صاحب دنیا تمام اپنے مطلب کی ہے"

سراسر خلایق چہ مرد و چہ زن
ہمہ طالب مطلب خویشتن

میرا تو یہ اصول ہے کہ اپنی گون نکالنی چاہیے۔ اس میں چاہے کوئی بچے یا
مرے۔ کیسا حق نمک اور کہاں کی تابعداری۔ بھلا دیکھیں تو ہمیں کوئی مفت
گھر بیٹھے ہی تنخواہ دیجاوے۔"

الف خان "خیر تم نے بات کو ادھورا چھوڑا۔ اور پھر الف خان کو ہاتھوں پر
ڈالکر کیا کرو گے"

واسدیو۔ مطلب یہ ہے۔ کہ کسی طرح پر علاؤالدین کو آپ قتل کر ڈالیں اور
خود تخت سنبھال لیں۔"

الف خان "یہ مجھ سے نہیں ہو سکیگا۔"

واسدیو "ہمارا دانا راجہ تو یہاں تک حاضر ہے۔ کہ اگر آپ اس کام کا بیڑا
اُٹھالو۔ تو تین لاکھ روپیہ نقد آپ کی نذر کرے۔"

الف خان "استغفر اللہ میں اور بھائی کے خون سے ہاتھ رنگوں مجھ
سے یہ کبھی نہ ہو سکیگا۔"

واسدیو "اگر میں آپ کی جگہ ہوتا۔ تو بھائی کیا۔ اگر باپ بھی ہوتا تو کچھ پرواہ نہ کرتا۔"

الف خان "آپ جیسا حوصلہ ہر ایک کا کہاں ہو سکتا ہے۔"

واسدیو "آپ کے بھائی نے بھی تو چچا کو بلا دریغ قتل کر ڈالا اور سنا ہے کہ
نابالغ بھتیجے کو بھی خاک و خون میں ملا دیا۔"

الف خان "مجھے اس معاملے کی کچھ خبر نہیں۔"

واسدیو "تو یہ تین لاکھ روپیہ کیوں گنواتے ہو۔ زبان سے اقرار کر لو۔
پھر نصف نصف بانٹ لینگے۔"

الف خان "یہ بات چھپی نہیں رہیگی۔ اس سے بھی مجھے معاف رکھو۔"

واسدیو "یہ آپ کے فرمانے کی بات ہے۔ اب یہ جو آپ سے دو لاکھ روپیہ لیا
ہے۔ جبتک آپ خود اپنے منہ سے نہ کہیں کے کون اس حال سے واقف ہوسکتا

الف خاں "خیر اس کا سبب مجھے برادر باقی معاف کیجیے"

واسدیو "آپ کی مرضی۔ مگر آپ اپنا وعدہ فراموش نہ کرنا"

الف خاں "کونسا وعدہ؟"

واسدیو "لو ابھی سے بھول گئے"

الف خاں "بخدا میں نہیں سمجھا"

واسدیو "اجی وہی کہ جس وقت پدمنی آپ کے ہاتھ آگئی۔ اور قلعہ فتح ہو گیا پھر اس قلعہ کی حکومت مجھے بادشاہ سے دلوا دینا۔ اور راجہ کی بیٹی مجھ سے میری شادی کرا دینا"

الف خاں "یہ تو میں آپ سے وعدہ کر چکا ہوں۔ آپ ناحق اس بات کو بار بار دہراتے ہیں"

واسدیو "لو اب میں رخصت ہوتا ہوں۔ مگر ایک بات اور ضروری تم سے کہنی ہے اس کو اپنے مت میں رکھنا"

الف خاں "ہاں ہاں فرمایئے وہ کونسی بات ہے"

واسدیو "راجہ کی صلاح ہے کہ آپ کو جھکا دیوے"

الف خاں "یعنی جس وقت ہم لوگ قلعہ میں جاویں قتل کر ڈالے"

واسدیو "نہیں نہیں یہ بات نہیں"

الف خاں "اور کیا قید کر لے؟"

واسدیو "نہیں نہیں یہ بات نہیں"

الف خاں "پھر کیا بات ہے؟"

واسدیو "ان کا منشا ہے کہ جس وقت آپ لوگ قلعہ میں جا دیں۔ وہ اصلی پدمنی کو چھپا لیویں۔ اور بجائے اس کے کوئی اور عورت آپ کو دکھا دیں۔ جسکو دیکھ کر بادشاہ یہ سمجھے کہ یہ درحقیقت پدمنی ہے۔ مگر چونکہ وہ معمولی عورت ہی ہو اسکو پسند نہ کریں"

الف خاں "اس بات کی تم پروا نہ کرو۔ اسکا ہم کوئی بندوبست کر لیں گے"

(انکو خدا نے وہ کلیجہ ہی نہیں دیا)

ایک دن کا ذکر ہے۔ کہ روپہلی سنہری بادل زنگار رنگ کی وردیاں پہنکر آسمان کے میدان پر سرگرم اہتمام کالی کالی گھٹائیں۔ اودی اودی گھٹائیں۔ نافرمانی گھٹائیں پژمردہ دلوں کے غنچہ کھلاتی نہیں۔ اور مستان بادہ گسار جھوم جھوم کر یہ شعر پڑھتے ہیں

ساقیا مژدہ گھنگھور گھٹائیں آئیں

ہم پہ رحمت ہوئی توبہ پہ بلائیں آئیں

بادشاہ نے یہ سہانا سماں دیکھکر نصرت خان کو کہا کہ کل ہم نے چتوڑ کی طرف کوچ کرنا ہے۔ آج تمام دن جشن ہو۔ آج ہمارا دل گانا سننے کو چاہتا ہے۔ بادشاہ کو حکم کی دیر تھی۔ فوراً ارباب نشاط حاضر ہو گئے۔ شراب ناب جوہر روح کا دورہ چلنے لگا۔ جب بادشاہ کا دماغ شراب ناب سے گرم ہوا۔ تو اہل بزم نے بادشاہ کی طبیعت کا رجوع دیکھکر پدمنی کا ذکر چھیڑا۔

لیمون چھوکر ”حضور عالی۔ غلام کو بخوبی معلوم ہے۔ کہ رانی پدمنی صاحبہ حسن و جمال ہیں دن کو مہر نیم روز اور رات کو ماہ تمام ہیں“

خوشامدی ”واہ آپ نے اُنکی تعریف بڑی ناکامی کے ساتھ کی ہے آفتاب اور مہتاب کو اُن کے حسن و جمال سے کیا نسبت۔ اُن کی شان میں یہ شعر نہایت موزوں ہے

تشبیہ کس سے دوں ترے رخسار صاف کو

خورشید زرد رنگ قمر داغدار ہے“

نصرت خان ”مینے بھی تحقیق سے سنا ہو۔ کہ آپ نے مدت تک اُنہیں تعلیم دی ہے“

خوشامدی "نہیں جناب میں نے تو انہیں دیکھا ہی نہیں"

نصرت خان "آپ تو اس طرح پر تعریف کرتے ہیں۔ جیسے کوئی رشتہ یا تعلق ہے"

خوشامدی "نہیں جناب میں تو سچی بات کرتا ہوں"

لیمون نچوڑ۔ اگرچندے آفتاب اور چندے مہتاب نہ ہوتی۔ تو ہمارے بادشاہ سلامت کب اُس پر عاشق وشیدا ہوتے"

علاؤالدین۔ بادشاہ سلامت کس پر عاشق نہیں ہوتے۔ یہ وہ اسامی نہیں ہیں، کہ جس پر چشم فتان کا جادو چلجاوے۔ اُنکو خدا نے وہ کلیجہ ہی نہیں دیا"

اسیر "حضور عالی اگر یہ بات نہیں۔ تو اس فوجکشی کی کیا وجہ ہے"

لیمون نچوڑ "جناب آپ کو اس سے کیا مطلب"

امور سلطنت خویش خسروان دانند
گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش

علاؤالدین "ہماری مصلحت کو تم نہیں سمجھے۔ اصل مطلب ہمارا ملک فتح کرنیکا ہے۔ اور پدمنی کا تو صرف بہانہ ہے"

لیمون نچوڑ "حضور انور یہ تو فرمائیے کہ پدمنی ایسی شئے ہی۔ کہ حضور ہی کے لائق ہے۔ حضور سننے میں آتا ہے۔ کہ حضور کا بچہ ہے"

نصرت خان "پھر وہ ہی جھوٹی لن ترانی"

لیمون نچوڑ "خان صاحب یہ بزم نشاط ہے۔ کوئی دربار نہیں۔ کہ سوچ سمجھکر بات کی جاوے"

علاؤالدین "بھی ہم تو عاشق نہیں مگر تم لوگ ملکر ہمیں عاشق کردوگے۔ پدمنی نہ ہوئی شاخ زعفران۔ سرخاب کا پر۔ اکسیر کی پڑیا۔ لعل سپید۔ گوگرد سرخ ہوئی"

لیمون نچوڑ "حضور وہ ان سب سے بڑھکر ہے"

خوشامدی "جیسے حضور منتخب روزگار ہیں۔ ویسے ہی وہ بھی دُر نادرہ ہے"

لیموں نچوڑ۔ "گویا ابتدا ہی سے ودا آپ ہی کے لیئے وضع کی گئی تھی"
خوشامدی۔ "جیسے بلبل گل کے لیئے۔ آپ گوہر کے لیئے۔ ہرش شمشیر کے لیئے۔ نشہ
شراب کے لیئے۔ سوزش کباب کے لیئے مقرر ہے۔ اسی طرح یہ مستی حضور والا کے لیئے
روز ازل سے مقرر ہو چکی ہے"
نصرت خان۔ "کیا لیئے تکلف پن ہے"
علاؤالدین ؎

دور چلے دور چلے ساقیا
اور چلے اور چلے ساقیا

نصرت خان۔ "کوئی ہے ایک کنٹر شراب کا۔ اور لاؤ"
علاؤالدین۔ "شراب تاب بھی کیا عمدہ شے ہے" ؎

کہنہ ہر چند شود بشیر ش بیخواہند
دختر تاک عجب بخت جوانی دارد

نصرت خان۔ "سبحان اللہ اس شراب کا کیا کہنا ہے (آہستہ سے) خدا اس
شراب کو مع آپ کے غارت کرے"
علاؤالدین۔ "(ایک جام بھر کر) یہ جام پدمنی کی صحت کا ہے۔ جو ہمیں عزیز
رکھتا ہے۔ وہ پدمنی کی صحت کا جام ضرور نوش کرے۔ دیکھو ہم یہ جرعہ
پیتے ہیں"
نصرت خان۔ "حضور میں تو تائب ہوں۔ میں شراب کی جگہ شربت گلاب پیتا ہوں"
علاؤالدین۔ "اجی آپ کی توبہ کی بھلی چلائی" ؎

ابر آیا ابھی تھوڑا سا ابھی ٹوٹ گئی
میری توبہ ہے یہ زاہد ترا اقرار نہیں

لیموں نچوڑ۔ "ذرا جہان پناہ آسمان کیطرف دیکھیئے کالے بادل چاروں طرف

چھپاتے ہیں۔ آج پیتے ہیں گر گناہ کریں کل پھر توبہ کر لینا ہے

کی فرشتوں کی راہ ابر نے بند
جو گنہ کیجیے ثواب ہے آج

نصرت خان "تم اپنا کام چپکے سے کیئے جاؤ۔ تو بہتر ہے میری۔ تمہارا پیٹ ہے۔ کہ شراب کی بھٹی ہے"

خوشامدی "ہم تو جنت میں بھی شراب ہی کی فرمائش کریں گے۔ واللہ جس وقت دو چار گلاس پیتا ہوں۔ چودہ طبق روشن ہو جاتے ہیں۔ ہماری بادہ گساری زاہد کج فہم کی پرہیزگاری سے بدرجہا بہتر ہے"

شراب کہنہ کہ روشن گر روان من است
مصاحب من پیر من جوان من است

نصرت خان "میدان حشر میں سب نشہ ہرن ہو جائیگا۔ واں خدا کے رو برو سب کچھ بھول جاؤ گے"

بھولن کچھوا "اجی توبہ ہم رند بیادہ مست ہیں۔ ہمیں ایسا ویسا نہ سمجھو۔ میدان قیامت میں عرصۂ حشر میں یہ شعر پڑھ دینگے"

خداوندا مسوزان از کرم رند شرابی را
مروت نیست بر آتش فگندن مرغ آبی را

علاؤالدین "اس وقت پند و موعظت کو تہ کر رکھو۔ ورنہ ہم دوسری طرح بھی سمجھیں گے۔ اگر بھلا چاہتے ہو تو پدمنی کی صحت کا جام پیو"

نصرت خان "حضور میں تو حاضر ہوں مجھے کیا عذر ہے۔ صرف اتنی عنایت چاہتا ہوں۔ کہ بجائے شراب کے شربت کا پیالہ مجھے دیا جائے"

علاؤالدین۔ نہیں ہماری خوشی کرو"

نصرت خان "بہت بہتر"

علاؤالدین" تم اس طرح نہیں مانو گے۔ کوئی ہے۔"

امیر" حاضر"

مشیر" خداوند"

علاؤالدین" وزارت پناہ کو چپت لگا کر نصف بوتل انکے حلق میں ڈالدو۔"

نصرت خان" حضور مجھے اس عزت سے معاف رکھا جائے لائیے پیالہ

بخیر عصمت کا جام نوش کرتا ہوں۔"

علاؤالدین" اب آئے راہ پر۔ لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے۔"

وزیر صاحب نے غٹاغٹ کر کے ایک پیالہ شراب کا زہر مار کیا۔

لیمون نچوڑ" سبحان اللہ۔ خون خروس۔ جوہر روح ہم لوگوں کے نصیب کہاں"

خوشامدی" آج وزارت پناہ کا روزہ بھی افطار ہو گیا۔"

نصرت خان" بکواس"

علاؤالدین" ان سے کیوں بگڑتے ہو۔ شراب میں نے پلائی ہے یا انہوں نے"

مشیر" حضور طائفہ حاضر ہے"

امیر" اب گانا ہونا چاہیئے"

علاؤالدین" کونسی رنڈی آئی ہے۔ کیا نام ہے"

امیر" حیدر باندی کو بلوایا ہے"

علاؤالدین" خوب گاتی ہے۔ بلاؤ"

حیدر باندی" باندی مجرا کرتی ہے"

لیمون نچوڑ" جیتی رہو"

نصرت خان" بوسے قبلہ و کعبہ۔"

علاؤالدین" کوئی پھڑکتی ہوئی غزل گاؤ۔"

خوشامدی" کوئی غزل ایسی گاؤ جس سے سراسر بیدلی کے درد فراق کا اظہار ہو"

لیمون نچوڑ ’’ اوہو کمبخت بیہودہ پوچ سوال کی گفتگو کر۔ پدمنی پدمنی احمق کہیں کے
رانی پدمنی کہو۔ وہ ملک سیہالی کی معشوقہ ہے‘‘
خوشامدی ’’ معاف کیجئے۔ قصور ہوا‘‘
حیدرہ باندی ’’ ایسی غزل سناؤنگی۔ کہ حضور بہت ہی خوش ہونگے‘‘
خوشامدی ’’ حسب حال ہو‘‘
نصرت خان ’’ اب گانے بھی دو گے‘‘
حیدرہ باندی۔ ؎

ہجر کی رات کسی طور نہیں ٹلنے کی
توپ تا صبح قیامت بھی نہیں چلنے کی

لیمون نچوڑ ’’ سبحان اللہ کیا گلا ہے‘‘
خوشامدی ’’ ہائے افسوس۔ اِس فراق کا بُرا ہو ؎
اگر فراق ملے مجھکو جان سے ماروں
حیدرہ باندی۔ ؎

کیا عجب ہے جو گرادوں ہیں شگوفہ لاکر
وہ شجر ہوں جو ابد نہیں پھلنے کی ‘‘

نصرت خان ’’ خدا رحم کرے‘‘
حیدرہ باندی۔ ؎

ہجر میں یسکہ ملے دست تاسف ہر دم
خو ہوئی ہے کف افسوس مجھے ملنے کی

خوشامدی۔ جزاک اللہ کیا شعر ہے۔ ایمان سے کہتا ہوں۔
شاعر نے لخت جگر کو منھ کے رستہ اوگل دیا ہے۔ سچ کہا ہے
کسی دانا نے ؎

سخن گفتن و دیگر جان گفتن است
بہر کس مگر رازِ عشق گفتن است

حیدر باندی ؎

اسے جنون خانۂ زنجیر شکستہ ہے میری
فصل آپہنچی ہے صحرا کو نکل چلنے کی

نصرت خاں "بسم اللہ شریف لیجائیے شیخ کون کرتا ہے"

علاؤالدین - بھئی اس شخص جیسا کوڑھ مغز بھی نہیں دیکھا۔ خدا جانے اسکا کلیجہ ہے یا کہ پتھر ہے۔ اس کے دل پر کانٹے کا بھی اثر نہیں ہوتا"

حیدر باندی ؎

یار سے وعدہ ملاقات کا ہے بعد زوال
وہ پہر آج کسی طرح نہیں ٹلنے کی "

لیمون نچوڑ "یہ جھوٹ رانی پدمنی نے تو کوئی وعدہ نہیں کیا"

مشیر "بڑے بڑے داناؤں کا قول ہے"

عشق اوّل در دلِ معشوق پیدا میشود
تا نسوزد شمع خود پروانہ شیدا کے شود

رانی پدمنی بھی بادشاہ کے عشق میں سرشار ہو جینے سے بیزار ہے"

حیدر باندی ؎

عہد طفلی سے لگا ہے مجھے الفت کا روگ
بل گیا کس کو توقع تھی میرے پلنے کی "

نصرت خاں "کاش تم عہد طفلی میں ہی مر جاتیں"

علاؤالدین "دیکھا ہم نہ کہتے تھے کہ اسکے دماغ میں ایسی ہی باتیں بھری ہوئی ہیں"

حیدر باندی ؎

مات ہو بازیٔ شطرنج محبت نہ دلا
میں کہے رکھتا ہوں یہ چال نہیں چلنے کی
نور کو میرے سیہ خانہ سے رہتی ہے گریز
شمع روشن کروں ہر چند نہیں جلنے کی

نصرت خان ”خدا تمہاری سیاہی سے بچائے“

حیدر باندی ؎

سوگ اتنا تو رکھا یار نے مجھ عاشق سے
پان کھانے کی قسم کھائی مسی ملنے کی

لیمون نچوڑ ”عاشق سے مراد راجہ چینوڑ ہے۔ اور یار سے مراد رانی پدمنی ہے“

حیدر باندی ؎

قرص کافور سے کب مٹتی ہے سینے کی جلن
مہر کے طور سے عادت ہے مجھے جلنے کی

نصرت خان ”خدا تمہیں اور تمہارے لواحقوں کو قیامت تک جلتا رکھے“

حیدر باندی ؎

نہ ٹھہر بیٹھ کے کیا منزل ہستی میں عزیز
کوچ در پیش ہے تیاری کرو چلنے کی

لیمون نچوڑ ”یہ رنڈی تو بالکل جادو ہے۔ واللہ ہم نے تمام عمر میں ایسی گنجنی نہیں دیکھی۔ مقطع ملاحظہ ہو۔ حضور عالی کے ارادہ کا خاکہ ہے۔ من و عن حسب حال ہے۔ حضور والا کا ارادہ بھی کل ہی چینوڑ کی طرف کوچ کرنے کا ہے“

علاؤالدین ”تم بہت اچھا گاتی ہو۔ پچیس روپے روزینہ چار گاؤں جاگیر ہم کو کو۔ ایک گننگ۔ گاؤں انعام“

چیندر باندی ۔ (آداب بجا لاکر) "حضور کی سخاوت کے قربان حضور نے حاتم بن طے کا نام صفحۂ عالم سے مٹا دیا۔"

بادشاہ نے چاہا کہ کچھ جواب دے۔ مگر طبیعت نے مالش کی۔ اور نہایت زور سے استفراغ کیا جس سے تمام فرش تر ہوگیا۔ نصرت خان نے یہ حال دیکھکر محفل برخواست کی اور بادشاہ کو بستر استراحت پر لٹا دیا۔"

فصل ہفتم

(میرا کلیجہ تو چھلنی ہوگیا)

ملکہ نجم النسا بادشاہ کی چچی نماز صبح سے فارغ ہوکر مصلے پر بیٹھی ہوئی درگاہ کبریا میں نہایت عجز اور الحاح کے ساتھ دعا مانگ رہی ہے۔"

اے میرے کارساز مجھ بیوہ کا انصاف تیرے آگے ہے۔ جو جو ظلم وستم مجھ بیکس اور بے بس پر ہوئے ہیں۔ وہ تجھ سے پوشیدہ نہیں۔ میرا خاوند گیا۔ میری بادشاہت گئی۔ میرے سر کا والی نہایت فریب کے ساتھ قتل کیا گیا۔ میرے لخت جگر۔ میری نور بصر نہایت بیدردی کے ساتھ شہید تیغ جفا ہوئے۔ یہ ستمگر جفا شعار علاؤ الدین جسے تیرا بھی خوف نہیں۔ اس چندروزہ زندگی پر اس قدر مغرور ہے۔ کہ کسی سے نہیں ڈرتا۔ کسی کی کچھ پرواہ نہیں کرتا۔ کسی کو خیال میں نہیں لاتا۔ آجکل فرعون بیا بان بن رہا ہے۔ اپنے نزدیک فرشتہ کا بھی وجود نہیں سمجھتا۔ بڑے بڑے لجفا اور بڑے بڑے عالی پایہ نگاہ اُس کے نزدیک ذرۂ بمقدار سے کمتر ہیں۔ وہ تو خود مجسم خود ستائی کا اوتار ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ غرور کا سر نیچا۔ مگر اُسکی رسی دن بدن دراز ہوتی جاتی ہے۔

اے خدا یہ بیوہ اپنے خاوند کا خون اپنے بچہ کا خون بہا۔ چاہتی ہے۔ اے

خدا اِس ظالم نے مجھے بیوہ کر دیا۔ اِس جفا جو نے مجھے بے اولاد بنا دیا۔ اِس ستمگر نے میری بادشاہی پلٹا دی۔ اِس بے ترس نے میری عزت برباد کر دی۔ تجھے قسم ہے اپنی خدائی کی۔ اِس کا بدلہ اِسکو دے۔ اِسکا مزا اِسکو چکھا۔ لوگ کہتے ہیں ؎

چراغے کہ بیوہ زنے بر فروخت
بسے دیدہ باشی کہ شہرے بسوخت

مگر میرے سینہ میں جو آگ بھڑک رہی ہے اُس نے ابھی تک کچھ اثر نہیں کیا۔ اے خدا کیا اِس آگ کو بھی اُسکے ظلم سے ڈر لگتا ہے۔ کیا دوزخ کو بھی اُس سے نفرت ہے؟

اے آسمان اِس ظالم کے سر پر ٹوٹ پڑ۔ اے زمین پھٹ جا۔ اور اِس بے رحم کو نگل جا۔ اے ابابیلو جس طرح سے تم نے عرب میں دشمنوں کو سنگسار کیا تھا۔ اِس سنگدل کو بھی پتھروں کے نیچے رکھ لو۔ اے ستارو کیا وجہ ہے پہاڑ پہاڑ کر دیکھتے ہو کیوں نہیں تیز شہاب سے اِسکا بدن چھلنی کر دیتے۔ اے آفتاب عالمتاب کیوں شعاعوں کے نیزہ سے اِسکا کام تمام نہیں کر دیتا۔ اے شب دیجور کیوں اِس کے بخت کو تیرہ و تار نہیں بناتی۔

یہ فرعون بے خرد و ساری دنیا کو باپ دادا کی جاگیر سمجھتا ہے۔ ذرا سی بات پر قلع و قمع پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ لوگوں کی بہو بیٹیاں اِسکی نگاہ میں کچھ حقیقت نہیں رکھتیں۔ بلا تکلف غیروں کی بیٹیاں چھین لیتا ہے۔ اے کارساز اب اِسکا ظلم حد سے گذرا۔ اِسکو ایسی گوشمالی دے۔ کہ اوروں کو عبرت ہو۔"

اِس عجیب بددعا کے بعد جب نجم النساء بیگم نے مصلیٰ اٹھایا۔ اور پیچھے پھر کر دیکھا تو رنگ فق ہو گیا۔ ملکہ کو سہواً دروازہ بند کرنا یاد نہیں رہا تھا۔ اور ایک عورت دروازہ کھلا پا کر اندر گھس آئی۔ اور ملکہ کی گفتگو کھڑی ہو کر سنتی رہی۔ یہ عورت جمنا بائی تھی۔ جمنا کو دیکھکر ملکہ نجم النساء بیگم کے چہرہ پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔

رنگ زرد ہو گیا۔ طور بے طور ہو گئے۔ قریب تھا کہ غش کھا کر گرے۔ مگر جمنا نے
دوڑ سنبھالا۔"

نجم النساء۔ "جمنا بائی میری عزت تمہارے ہاتھ ہے۔ بہن جو کچھ کہا ہے۔ سچ کہا ہے
میرا کلیجہ چھلنی ہو رہا ہے۔ اگر میرا دکھڑا سنو۔ تو تمہارا بھی دل موم ہو جائے۔"

جمنا۔ "بیگم صاحبہ آپ مجھے اپنے درد کا شریک سمجھیں مجھے کیا۔ بلکہ رانی کنولا دیوی کو
بھی اپنا شریک سمجھیں۔ تمہارے کہنے کی ضرورت نہیں۔ اس ظالم سے کوئی بھی خوش
نہیں۔ اس کو چھوٹا بڑا لعن و نفرین ہی کرتا ہے۔"

نجم النساء۔ "جمنا بائی آج سے تم میری بہن ہو چکیں۔"

جمنا۔ "ملکۂ عالم میں تمہاری لونڈی۔ رعیت۔ کنیز ہوں۔"

نجم النساء۔ "کہیں تمہیں بھی اس ظالم سے کچھ نقصان پہنچا ہے۔"

جمنا۔ "نقصان سا نقصان۔"

نجم النساء۔ "کچھ مجھے بھی بتاؤ۔"

جمنا۔ "جب الف خان نے گجرات پٹن کو فتح کر کے تمام دکن میں بھونچال ڈال دیا۔
تو بیچارہ راجہ کرن کنولا رانی کا خاوند پہاڑوں میں بھاگ گیا۔ اور ہم لوگ قید
ہو کر فتحیاب لشکر کے ہاتھ آئے۔ جب ہم سب دہلی پہونچے۔ تو بادشاہ نے حکم دیا
کہ شہر کے باہر شامیانہ کھڑے ہوں۔ کل ہم سرِ دربار تمام تحائف۔ گھوڑے۔ ہاتھی
لونڈیاں ملاحظہ کرینگے۔ دوسرے دن دربار عام ہوا۔ نصرت خان کے ہاتھ میں
فرد تھی۔ اور داروغہ ایک ایک چیز پیش کرتا جاتا تھا۔ رفتہ رفتہ ہماری نوبت بھی آئی
ہم خانہ بربادوں اور شکستہ حالوں کی تباہی کا حال پوچھتی ہو عجیب مصیبت میں گرفتار
تھے۔ کنولا دیوی ہمارے ساتھ تھی۔ ہم سب عورتیں ادب کے ساتھ اُسے بیچ میں
لیئے ہوئے تھیں۔ اور وہ بھی اپنے تئیں حیا کی چادر میں اس طرح چھپائے ہوئے
تھی۔ کہ دیکھنے والوں کی آنکھ خود بخود جھپک جاتی تھی۔ بادشاہ نے حیران ہو کر پوچھا

که یه کون ہیں۔ میں نے آگے بڑھکر چاہا که کچھ کہوں۔ مگر رانی نے چٹکی لی۔ اور کہا که
خاموش رہو۔ بادشاہ سمجھ گیا که یه حیا والی پردہ نشین ضرور مہاراجوں کی مسند نشین ہے
زمانه کی گردش نے یه دن دکھایا ہے۔ اُسی وقت خواجه سرائے کو حکم دیا که
سب کو بندیخانه میں بھیجاؤ۔ مگر اِس بی بی کو عزت و حرمت کے حرم سرائے میں
داخل کرو۔ جب اِس حال کی کنولا دیوی کو خبر ہوئی۔ تو اُس نے رو کر کہا که
مجھے یه عزت منظور نہیں۔ جب اِن عورتوں نے ذلّت اور رسوائی کے وقت مجھے
نه چھوڑا تو میں کب اُنکو اِس حالت میں چھوڑ سکتی ہوں۔ غرض اہل دربار نے
رانی کی ہمّت اور لیاقت کی داد دی۔ اور یه ہم سب محلسرائے میں داخل ہوئیں
اسکے بعد بادشاہ کو معلوم ہوا که یه عورت رانی کنولا دیوی ہے۔ اور جب اُسکی صورت
دیکھی تو دیوانه ہوگیا۔ اور حرم سرائے کی بیبیوں کی معرفت نکاح کا پیغام بھیجا۔ رانی
سنتے ہی آگ بگولا ہوگئی۔ اور ایسا خشک جواب دیا که جو بی بی پیغام لیکر آئی
اپنا سا منه لیکر چلی گئی۔ اِس خشک جواب سے بادشاہ تو ایسا مایوس ہوا که
سب سلطنت کے کاروبار بھول گیا۔ روز و شب آہ و زاری میں گنوانے لگا۔
ایک دن میں شام کو چارپائی پر لیٹی ہوئی تھی۔ که بادشاہ سلامت آئے۔ اور
میرے پاؤں پر سر رکھکر رونے لگے۔ میں نے حیران ہوکر پوچھا که خیر ہے تو جواب دیا
که تم میری حقیقی ماں ہو۔ آج سے تمہیں ماں بنایا ہے جس طرح سے ہوسکے
پری کو شیشه میں اُتار دو۔ اور مجھے حسرت سے بچاؤ۔ اگر میرا یه کام کردوگی۔ تو
سلطنت کی مالک تمہیں ہوجاؤگی۔ مجھے کیا خبر تھی که یه عیار اول درجه کا مکار ہے
میں نے رانی کو پھسلاکر اُس کے جال میں پھنسا دیا۔ جب اِس خود مطلب کا کام نکل
آیا۔ تو اُس نے تمام وعدے بالائے طاق رکھے۔ اور مجھے اِس طرح سے جھاڑا
اور بے عزت کیا۔ جیسے کوئی ادنٰے درجه کی لونڈی کو بھی نہیں کرتا۔ اور رانی کا
حال میں نے پہلے تو دو چار دن تک خوب شوراشوری رہی۔ اپنا مقدر سمجھی

ہوئی ہے کہ ہفتہ بھر سے رانی کی خبر تک نہیں لی۔ کہ زندہ ہے یا مر گئی۔ ایکدن
رانی نے بلوا بھیجا تو پیغام بر کو دھتا بتایا۔ اور کہا کہ رانی کو کہدو کہ ہم راجہ کرن
کی طرح زن مرید نہیں ہیں۔ ہم مرد میدان ہیں۔ ہم سے یہ توقع نہ رکھیئے کہ ہر وقت
گھر میں گھسے بیٹھے رہینگے"

نجم النساء" بارے شکر ہے۔ کہ تم اس ظالم کے ہتھکنڈوں سے آگاہ ہوگئیں
یہ شخص عجیب قماش کا آدمی ہے۔ بظاہر موم ہے۔ مگر باطن میں سنگ خارا ہے
جو عیش و عشرت کی محفلیں گرم ہوا اور جلسوں میں انعام و اکرام کے رنگ چڑھاتا
ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ جانتا ہے کہ اس کے نام پر جو چچا کے خون کا دھبہ
لگا ہے اُسکو مٹائے اور سب کا دل ہاتھ میں لائے"

چمنا" بڑا افسوس ہے ہمیں اس کے چکمہ میں آگئی نہیں تو بارہ اور بارہ
چوبیس کیوں حساب ہوتا۔ اور پھر بھی کنولا دیوی اُس کے منہ پر تھوکتی"

نجم النساء" یہی دل چاہتا ہے موئے کو سات شبرات کا جھاڑو ماروں
اب کنولا دیوی کا آگا پیچھا مار کر ایک اور پر ریجھ پڑا ہے"

چمنا" اور کس پر؟"

نجم النساء" واہ تمہیں خبر ہی نہیں"

چمنا" نہیں حضور مجھے تو مطلق خبر نہیں"

نجم النساء" اب رانی پدمنی کا عشق چرایا ہے۔ اب اس کوشش میں ہے
کہ کسی طرح وہ ہاتھ آئے۔ کل خود چتوڑ جائیگا۔ الف خان پہلے ہی خیمہ زن ہے"

چمنا" اس خیال سے منہ دھو رکھے۔ پدمنی کو میں بخوبی جانتی ہوں وہ ایسے
شیطان پر لعنت بھی نہیں کرنے والی۔ وہ ایسی عورت ہے۔ کہ اس پر لاکھ
مرد قربان ہو لیئے۔ وہ اپنے خاوند پر دل و جان سے نثار ہے۔ اور راجہ
اُس کا شیدائی ہے۔ بادشاہ اگر سونے کا بھی بنکر جاوے۔ تو بھی وہ کچھ پرواہ

نہیں کرنے والی ہو کیونکہ دیوی کی قسمت کا لکھا پورا ہوا جو اس بیچاری شامت کی ماری کو تو مینے پھنسایا۔ اُس کا آگا بیٹے مارا۔ اُسکو زندہ درگور ہونے کیا۔ ہائے مجھ پر خدا کی مار۔"

نجم النساء "تم اپنے آپ کو کیوں کوستی ہو تمہیں بھی کیا خبر تھی۔ کہ یہ شخص ایسا بُرا ہے۔ تم اُسکی چکنی چپڑی باتوں میں آگئیں۔ انسان کا شیطان دشمن جان ہی تم نے جان بوجھکر کوئی برائی نہیں کی۔"

جمنا "خیر جو کچھ ہوا سو ہوا۔ اب کوئی تجویز ایسی نکالو جس سے اِس ظالم سے نجات حاصل ہو۔ ہم لوگ تو بے پر ہیں۔ اگر تم ہمارے ساتھ مدد کرو تو ہم تمہاری ساتھ ملکر اسکی بیخکنی کے درپے ہوں۔"

نجم النساء "بھلا بوا میں بیوہ کیا کر سکتی ہوں۔"

جمنا "یہ نہ کہو ایک اور ایک گیارہ۔ دو آدمی ملکر سب کچھ کر سکتے ہیں۔"

نجم النساء "اگر یہ بات ہے تو میں سب طرح سے حاضر ہوں۔ مجھ سے زیادہ علاؤالدین کا کون دشمن ہو سکتا ہے۔ وہ میرا مقروض ہے۔ اُس نے میرا بہت کچھ دینا ہے۔"

جمنا "تمہارا روپیہ دینا ہے۔ اِس کے کیا معنے؟"

نجم النساء "بیٹی روپیہ کا نام نہیں لیا۔ اُس نے میرا دینا ہے۔"

جمنا "پھر کیا دینا ہے؟"

نجم النساء "دینا ہے ضرور دینا ہے۔ اُس نے مجھ سے میرا خاوند دینا ہے اُس نے مجھے میرا عزیز بیٹا دینا ہے۔ اُس نے مجھے تاج و تخت دینا ہے۔"

جمنا "سچ کہتی ہو۔"

نجم النساء "پھر کیا تجویز بتاتی ہو۔ جس سے یہ آفت ٹلجاوے۔"

جمنا "اِس کام کے سرانجام دینے کے لیئے کوئی مرد چاہیئے۔ عورت ذات سے

یہہ کام نہ ہوگا۔"
نجم النسا:۔ "عورت مرد میں کچھ فرق نہیں۔ دونوں خدا نے مساوی پیدا کیئے ہیں
جو کام مرد کر سکتا ہے۔ وہ میں بھی کر سکتی ہوں۔ میں اپنے آپ کو مرد سے کم نہیں
سمجھتی۔ تم اطمینان رکھو۔ اور تجویز بتلا دو۔"
جمنا:۔ "ملکہ آپ زبردستی کرتی ہیں۔ مرد مرد ہی ہوتے ہیں۔ اگر آپ کی نگاہوں
میں کوئی مرد ہو تو اُسکو اپنے ساتھ اِس سازش میں شریک کر لو۔ مرد کے
بغیر یہ کام نہیں ہو سکتا۔"
نجم النسا:۔ "مرد کیا بلا ہوتے ہیں؟"
جمنا:۔ "میں آپ سے بار بار کہتی ہوں۔ میں نے دھوپ میں سر سفید نہیں کیا
عورت پھر عورت ہے۔"
نجم النسا:۔ "میری نگاہوں میں کوئی ایسا مرد نظر نہیں آتا جسکو راز دار بنایا
جاوے۔ تم بلا تامل تجویز نکالو۔ کرنا میرا کام ہے۔ میں اِس ظالم کے خون کی
پیاسی ہوں۔ مجھے یہ زہر لگتا ہے۔ جس وقت یہ مجھے نظر آتا ہے۔ میرے متوفی
خاوند اور پسر کی ارواح پکار پکار کر مجھے انتقام پر آمادہ کرتی ہیں۔"
جمنا:۔ "تم جانو ملکہ تم ضرور خطا کھاؤ گے۔ پھر مجھ سے نہ کہنا۔"
نجم النسا:۔ "اگر اِس ہٹ دھرمی سے مجھکو کچھ نقصان پہنچا تو میری قسمت۔"
جمنا:۔ "اچھا تو سنو! ایک بادشاہ دہلی سے جانے والا ہے۔ رخصت کے
وقت وہ ضرور تم سے ملنے آویگا۔ وہ دکھاوے سے اپنی ماں کہا کرتا ہے والدہ سمجھتا ہے
جس وقت وہ ملنے آوے اُسے شربت بطور شگون پلانا۔ اور اُس شربت میں
ایسی قسم کا زہر ملا دینا کہ اُس کا اثر ایک دو دن کے بعد ظہور میں آوے۔"
نجم النسا:۔ "جمنا! افسوس کہ تمہاری تجویز مجھے پسند نہ آئی۔ ع
ایں خیالست محالست وجنوں۔"

جمنا۔ "آسمان کے تلے کوئی بات محال نہیں ہے۔"
نجم النساء۔ "اوّل اِس قسم کا زہر کہاں سے آوے دوسرا خدا جانے وہ شربت پیئے یا نہ پیئے۔"
جمنا۔ "زہر کی طرف سے اطمینان رکھو۔ میرے پاس موجود ہے۔ دوسری بات کا یہ جواب ہے۔ کہ اُسکا فلک بھی پیئے گا۔ تم نے یہ کہنا کہ تم اب سفر پر چلے ہو۔ خدا جانے وہاں کیا کیا اتفاق پیش آویں۔ اِس وقت منہ میٹھا کر کے جاؤ۔ یہ نیک شگون ہے۔ یہ سنکر وہ تمہاری بات نہ ٹالیگا۔ اور بالفرض اگر اُس نے نہ پیا تو اور بہت سے موقع ہیں۔ پھر دیکھا جاویگا۔"
نجم النساء۔ "بہت اچھا توکل بہ خدا۔ میں اِس کام کا بیڑہ اُٹھاتی ہوں۔ دیکھو پردۂ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے۔ وہ زہر کی پڑیا مجھے دیدو۔"
جمنا۔ "بانو زہر کی پڑیا حاضر ہے۔ مگر میرا اندر والا نہیں مانتا۔ کہ تم اپنے ہاتھ سے اِس کام کو کرو۔ تم محلوں کے خواب دیکھنے والی۔ تمہارا دیدہ اِسقدر شوخ نہیں ہے۔ کہ تم سے یہ کام پورا ہو سکے۔ کوئی مرد تلاش کرو۔"
نجم النساء۔ "مجھے طرح طرح کے صدموں نے شوخ دیدہ بنا دیا ہے۔ میرا کلیجہ اندر سے پک گیا۔ جل جل اور کوڑہ کوڑہ کر میری ہڈیوں کا بھیجا بھی پک گیا ہے۔ مجھے ضرورت نے اِس امر پر آمادہ کر دیا ہے کہ جسکا ذکر کرتے ہوئے عورتوں کو ڈر لگتا ہے۔ میں اُس کام کو سرانجام دونگی۔ ضرور دونگی۔ اور جن ہاتھوں نے میرے خاوند۔ میرے پیارے شوہر۔ میرے سر کے چھتر کو خاک و خون میں ملایا ہے۔ اُن ہاتھوں کو اپنے ہاتھ سے دہکتے ہوئے انگاروں میں جلاؤنگی۔"
یہہ سنکر جمنا نے ایک بٹوا جو اُس کے ازار بند سے بندھا ہوا تھا۔ کھولا۔ اُس میں سے دو پڑیاں نکالکر بلکہ کے حوالہ کیں۔ اور کہا نہیں احتیاط سے رکھو۔

ایک پڑیا ایک گلاس کے لیئے کافی ہے۔ اس سے زیادہ نہ ڈالنا۔ ورنہ زہر تیز ہو جائیگا۔ اور وہ اپنا اثر دکھاویگا"

فصل ہشتم

(مرد کی ذات بھی کیا بیوفا ہوتی ہے)

کنولادیوی "شکر ہے آج آپ کی بھی صورت نظر آئی۔ کیا رستہ بھول گئے"
علاؤالدین۔ کیا ہم بھی تمہاری طرح بیکار ہیں۔ کہ ہر وقت زنان خانہ میں گھسے رہیں"
کنولادیوی "مرد کی ذات بھی کیا بیوفا ہوتی ہے"
علاؤالدین "یہ تم نے کیسے کہا"
کنولادیوی "اپنے دل سے پوچھو"
علاؤالدین "ہمارا دل تو کچھ نہیں کہتا"
کنولادیوی "پہلے کس طرح یہاں دن رات گھسے رہا کرتے تھے۔ بلکہ میں کہتی بھی تھی کہ جاکر دربار کی خبر لو۔ اور تم نہیں جایا کرتے تھے"
علاؤالدین "تم چاہتی ہو کہ میں بھی چوڑیاں پہن لوں۔ مجھ سے یہ زن مریدی نہیں ہو سکتی۔ میں راجہ کرن نہیں ہوں"
کنولادیوی "اس ناشاد کا نام بار بار کیوں لیتے ہو"
علاؤالدین۔ "او ہو اب تک اسکی محبت دل میں باقی ہے۔ اب تک اسکے نام سے چڑتی ہو"
کنولادیوی "کیوں بہانے بناتے ہو"

علاؤالدین "بہانہ تو میں تب بناؤں اگر مجھے کسی سے ڈر آتا ہو۔ میں تو کسی سے نہیں ڈرتا"

کنولادیوی "آجکل کس شمع رو کے پروانہ بن رہے ہو"

علاؤالدین "پدمنی کے"

کنولادیوی "اللہ رے سنگدلی۔ کچھ غیرت بھی ہے۔ ہاں نہیں۔ میں جانتی ہوں۔ تم نے غیرت کو بھی گھول کر پی لیا"

علاؤالدین "ہمیں تو غیرت ہے"

کنولادیوی "اگر غیرت ہوتی تو ایسی دلیری کے ساتھ گفتگو نہ کرتے"

علاؤالدین "تم ہی بتادو کس طرح گفتگو کریں"

کنولادیوی "تم مجھے جانتے ہو میں کون ہوں"

علاؤالدین "میں جانتا ہوں تم کنولا دیوی ہو"

کنولادیوی "جی نہیں میں وہ ہوں جس کے عشق میں آخر شاہی اور آہ وزاری کیا کرتے تھے میں وہی نصیبوں جلی ہوں جسکو بہت کشت و خون کے بعد لائے تھے۔ ہاں میں وہی دکھیاری ہوں۔ جسکو کہا کرتے تھے کہ "میری زندگی تمہیں سے ہے"

علاؤالدین "وہ دن گئے"

کنولادیوی "اب مجھ میں کیڑے پڑ گئے"

علاؤالدین "اس بات کی شکایت بیجا ہے۔ ہمارا اصول تو یہ شعر ہے ؎

زن نو کن اے یار در ہر بہار
کہ تقویم پاربینہ ناید بکار

کنولادیوی "اگر عورتیں بھی یہی شعر کو اپنا اصول ٹھیرالیں"

علاؤالدین "تو پھر عورتیں ہوں اور زبان خنجر"

کنولا دیوی "عورتوں میں شاید جان نہیں ہے؟"

علاؤالدین "عورتوں میں جان ہے۔ مگر اُن کا رتبہ مردوں سے کم ہوتا ہے"

کنولا دیوی "خدا نے دونو کو مساوی پیدا کیا ہے"

علاؤالدین "یہ تمہاری کج فہمی ہے"

کنولا دیوی "پھر تم ہی مجھے بتاؤ۔ کہ مردوں کو عورتوں پر کیا شرف ہے؟"

علاؤالدین "اول یہ کہ تم عورتیں بانجھ ہوتی ہو۔ اور مرد نہیں ہوتے؟"

کنولا دیوی "جی ہاں۔ مگر مرد مخنث ضرور ہوتے ہیں"

علاؤالدین "تم نہایت بیحیائی اور بے ادبی سے گفتگو کرتی ہو"

کنولا دیوی "نہیں صاحب میں گستاخی نہیں کرتی۔ مگر آپ کے سوال کا جواب دیتی ہوں"

علاؤالدین "اس وقت مجھے جوابِ سوال کا دماغ نہیں۔ میں صرف رخصت ہونے آیا ہوں۔ میں اب پدمنی۔ آہ کیا پیارا نام ہے! پیاری پدمنی کی تلاش میں جانے والا ہوں"

کنولا دیوی "جائیے خدا کے حوالہ۔ ہماری طرف سے تم مدت کے جا چکے۔ ع
خوش رہو تم کہ تمہیں کھول کے جی رو بیٹھے"

علاؤالدین "اور ہم بھی تم سے ہاتھ دھو بیٹھے"

کنولا دیوی "چلو چھٹی ہوئی"

علاؤالدین "اے عورتو! میں تمہاری سرشت سے واقف ہوں۔ تمہاری قوم سے شیطان نے بہکاوا لگی ہے۔ تمہاری دھوکا بازی سے حضرت آدم بہشت سے نکلکر دربدر خاک بسر ہوئے۔ تم عیاری۔ مکاری۔ فتنہ پردازی۔ شرارت اور مکر و فریب کا منبع ہو۔ لیکن میں وہ نہیں کہ تمہارے جال میں پھنس جاؤں۔ تمہارے ناز و نخرے۔ تمہاری نزاکت۔ تمہارا بناؤ سنگار۔ تمہاری سجاوٹ اور

بناوٹ مجھے اُس وقت تک پسند ہوتی ہے۔ جب تک میں اپنا مقصود حاصل نہیں کرتا۔ جس وقت میں اپنا کام نکال لیتا ہوں۔ اُس وقت تم میری نگاہوں میں مٹی کی تصویر سے بدتر ہو جاتی ہو۔ مجھے میرے علم نے یہ یقین دلایا ہے کہ جس نے تمہیں دل دیا۔ اُس نے اپنی لٹیا کو ڈبویا۔"

کنولا دیوی۔ "آؤ خدا سے ڈرو۔ اتنی خود ستائی نہ کرو۔ وہ خداوند عالم ہے جس نے ہمیں پیدا کیا ہے۔ اور تم بھی عورت کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہو۔ اگر تمہاری مادر مہربان اس وقت موجود ہوتیں تو شاید تم کو فرزندی سے عاق کر دیتیں۔"

علاؤالدین۔ "سچی بات ہر ایک کو کڑوی معلوم ہوتی ہے۔"

کنولا دیوی۔ "تم سراسر انصاف کا خون کر رہے ہو۔"

علاؤالدین۔ "تم سے بحث کرنی فضول ہے۔ وہ ہی مثل ہوئی بھینس کے آگے بین بجے۔ وہ بیٹھی جوگالی کرے۔"

کنولا دیوی۔ "پدمنی کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک کرو گے۔ جیسا میرے ساتھ کیا ہے۔"

علاؤالدین۔ "پدمنی کوئی بڑے باپ کی بیٹی ہے۔"

کنولا دیوی۔ "خدا کرے وہ تمہارے پھندے میں نہ پھنسے۔"

علاؤالدین۔ "پدمنی نہ پھنسے گی۔ تو اُس کی کوئی اور بہن بہنس جاویگی۔"

کنولا دیوی۔ "خدا تمہارے پنجے سے تمام جہان کی عورتوں کو محفوظ رکھے۔"

علاؤالدین۔ "بلکہ یہ کہو کہ عورتوں کے پنجے سے تمام جہان کے مردوں کو بچائے۔"

کنولا دیوی۔ "جیسی میرے ساتھ تم نے کی ہے۔ خدا تمہارے ساتھ انصاف کرے۔"

علاؤالدین۔ "لو اب میں جاتا ہوں۔ تم تو میرا مغز چاٹ جاؤگی۔"

کنولا دیوی۔ "شانِ خدا اب ہماری بات بُری لگتی ہے۔"

ہم ایسے ہو گئے اللہ اکبر اے تیری قدرت
ہمارے نام سے وہ ہاتھ اب کانوں پہ دھرتے ہیں

علاؤالدین "اِس وقت تو پدمنی کی دشمن سمائی ہے۔ تمہاری گفتگو کیا تمہاری صورت سے بیزار ہوں"

یہہ کہکر بادشاہ بردماغ ہوکر اٹھ گیا۔ اُس کے جانیکے بعد کنولا دیوی نے دوپٹہ سر سے اُتار کر پھینکدیا۔ اور دونو ہاتھ آسمان کیطرف اُٹھا کر کہا۔ کہ اے پروردگار تو اِس سنگدل کی گفتگو سن رہا ہے۔ اِس نے میرے شیشۂ دل پہ ٹھیس لگائی ہے۔ اِس نے مجھے میرے پیارے خاوند سے جدا کرکے یہاں قید کر چھوڑا ہے۔ اِس نے مجھے میری عزیز بیٹی سے جدا کیا ہے اِس نے میرا جسم بھرشٹ کیا ہے۔ اور اب یہ ہرجائی اس طرح سے بے اعتنائی کرتا ہے۔ اے میرے پیدا کرنے والے تو ہی اس پاپی سے بدلہ لے۔ جا اے حیا کے قاتل۔ جا اے لوگوں کے ننگ و ناموس میں رخنہ ڈالنے والے تو بھی کبھی سُکھ نہ پاویگا۔ اے ظالم جس بات پر تجھے غرہ ہے وہ بھی دو دن کی چھاؤں ہو جاوے گی"

اِس قدر ناز جوانی کی بہاروں پہ عبث
عارضی باغ ہیں کل دیکھنا ویران ہونگے

فصل نہم

اِسے زہر کس نے لا کر دیا؟

بادشاہ کنولا دیوی کے محل سے سیدھا چھی جان کے محل کیطرف آیا۔

نجم النساء بیگم نے اُٹھ کر پیار کیا چپٹ چپٹ بلائیں لیں"
علاؤالدین "اماں جان اب میں چتوڑ کی طرف چلا ہوں۔ اگر زندہ رہا تو آملونگا ورنہ دعائے خیر سے یاد رکھنا"
نجم النساء" لڑکے تیرا بھی مسند پہ بیٹھکر کہانا ہضم نہیں ہوتا۔ الف خان جو وہاں موجود ہے۔ پھر تیری کیا ضرورت تھی"
علاؤالدین "نہیں جناب میرا جانا وہاں بہت ضروری ہے"
نجم النساء "کیا کوئی خاص معاملہ ہے"
علاؤالدین "جی ہاں"
نجم النساء "اچھا تمہیں امام ضامن کے سپرد کیا۔ جس طرح سے پیٹھ دکھا کر چلا ہے۔ اسی طرح آکر منہ دکھائیو"
علاؤالدین" دعا مانگو۔ کہ مظفر و منصور ہو کر آؤں"
نجم النساء "آمین"
علاؤالدین "بڑوں کی دعا ہمیشہ مستجاب ہوتی ہے"
نجم النساء" بیٹا میری تو یہ دعا ہے کہ چار دانگ عالم میں تیرا ڈنکا بجے اور خدا تجھے اتنا دیوے کہ تجھ سے سنبھالا نہ جاوے"
علاؤالدین "آپ کی مہربانی"
نجم النساء "لو ذرا اس کو پی لو"
علاؤالدین " یہ کیا ہے"
نجم النساء" شربت ہے بطور شگون اسکا پینا ضروری ہے"
علاؤالدین "کس چیز کا شربت ہے"
نجم النساء "شربت کیوڑہ ہے"
علاؤالدین "تم نے خود بنایا ہے"

نجم النساء " (ہکلاتی ہوئی زبان سے) میں نے بنایا ہے"
علاؤالدین " ایک گرگ باراں دیدہ اور سرد گرم روزگار چشیدہ تھا نجم النساء کی زبان میں لغزش کے پیدا ہونے سے اُس کے دل میں شک پیدا ہوا اور نگاہ گرم سے نجم النساء کی طرف دیکھکر کہنے لگا۔ کہ لاؤ اس شربت عجیب کو پیؤں۔ اُس کا یہ کہنا اور نجم النساء کا رنگ فق ہو گیا۔ اور ہاتھ کانپنے لگا۔ علاؤالدین کو یقین ہو گیا۔ کہ ضرور کچھ نہ کچھ دال میں کالا کالا ہے۔ فوراً پیالہ ہاتھ میں لے لیا۔ اور نیام سے شمشیر نکالکر نجم النساء کو بالوں سے پکڑ لیا۔ اور کہا " جلد بتا مجھیں زہر کیوں ملایا" اگرچہ علاؤالدین نے یہ بات صرف اوپر سے پکڑنے کو کہی تھی۔ مگر اُس نے نجم النساء کے رہے سہے ہوش نمائب غلہ کر دیئے اور غش کھا کر گر پڑی۔ علاؤالدین نے کڑک کر کہا۔ کہ او زن پُر فن میں اِن نخروں کو کچھ نہیں سمجھتا۔ اگر زندگی چاہتی ہے تو سچ سچ سب حال کہدے۔ میں خوب جانتا ہوں کہ یہ تجھ اکیلی کا کام نہیں۔ اِس سازش میں ضرور کوئی نہ کوئی نیز اشریک بھی ہے"
نجم النساء " بیٹا علاؤالدین مجھ بیوہ کے حال پر رحم کرنا چاہیئے"
علاؤالدین " خبردار او عورت مکار مجھے بیٹا نہ کہہ۔ بیٹوں کی مائیں زہر نہیں دیا کرتیں۔ تو تو ڈائن ہے"
نجم النساء " میرا قصور معاف کر"
علاؤالدین " اگر جان کی سلامتی چاہتی ہے۔ تو سچ سچ کہدے"
نجم النساء " میں تجھ سے کچھ بھی نہیں چھپاؤنگی"
علاؤالدین " اچھا میرے سوالوں کا جواب دیئے چل"
نجم النساء " پوچھو"
علاؤالدین " تو نے مجھے زہر کیوں دیا"
نجم النساء " کیونکہ تو میرے خاوند اور پسر کا قاتل ہے"

علاؤالدین "تجھے زہر کس نے لاکر دیا"

نجم النساء "یہ زہر مجھے جمنا بائی نے دیا"

علاؤالدین "اُس کا ستیاناس"

نجم النساء "یہہ تجویز مجھے اُس نے بتائی"

علاؤالدین "کیا کنولا دیوی کی صلاح سے یہ سب کام ہوا ہے؟"

نجم النساء "مجھے قسم ہے دین وایمان کی کنولا دیوی کو اس معاملہ کی ذرا بھی خبر نہیں"

علاؤالدین "جمنا کو خبر ہو۔ اور کنولا دیوی کو نہ ہو۔ یہ کیا معاملہ ہے"

نجم النساء "میں حلفیہ عرض کرتی ہوں۔ اُسے خبر نہیں"

علاؤالدین "ہم کس طرح سے یقین کریں"

نجم النساء۔ جس طرح چاہو تسلی کرلو"

علاؤالدین "جمنا کے علاوہ اور بھی کوئی شریک ہے"

نجم النساء "سوائے ہم دونوں کے اور تیسرے کو اِس معاملہ کی ذرا بھی خبر نہیں ہے"

علاؤالدین "اے خونخوار دیوی۔ ابھی تھوڑا عرصہ ہوا ہے کہ تو میری بلائیں لے رہی تھی۔ میری سلامتی کی دعائیں مانگ رہی تھی اور اب مجھے زہر دینے کو تیار ہوگئی۔ سچ ہے عورت کی ذات سے شیطان نے پناہ مانگی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں تم سے نفرت کرتا ہوں۔ یہی باعث ہے کہ میں تمہارے فرقہ پر لعنت بھیجتا ہوں یہی سبب ہے کہ میں تمہیں حیوان سے بدتر خیال کرتا ہوں یہی موجب ہے کہ میں تمہیں حقیر اور ناچیز تصور کرتا ہوں؟"

نجم النساء "میں بیشک بیشک تقصیروار ہوں۔ مگر تیری باجی ہوں مجھے معاف کر آئندہ میری توبہ ہے"

علاؤالدین۔ "تو مار آستین ہے۔ تو دیونی ہے۔ تو ڈائن ہے۔ تو چڑیل ہے۔ تو غول بیابانی ہے۔ تجھے چچی کہتے ہوئے شرم آتی ہے۔"

نجم النساء۔ "رحم! رحم!!"

علاؤالدین۔ "تم اس قابل ہو۔ کہ تمہیں زندہ درگور کروں۔"

نجم النساء۔ "رحم! رحم!!"

علاؤالدین۔ "تم اس لایق ہو کہ تمہیں شکاری کتوں سے ٹکڑے ٹکڑے کرواؤں۔"

نجم النساء۔ "رحم! رحم!!"

علاؤالدین۔ "تم اس بات کی سزاوار ہو۔ کہ تمہیں سنگسار کراؤں۔"

نجم النساء۔ "رحم! رحم!!"

علاؤالدین۔ "تم اس بات کی مستحق ہو کہ تمہارے بدن کی دھجیاں تیروں سے اڑائی جائیں۔"

نجم النساء۔ "رحم! رحم!!"

علاؤالدین۔ "اے بدبخت۔ اے روسیاہ دل چاہتا ہے کہ تجھے چوہا سا ہے پرسوں زدوں۔"

نجم النساء۔ "رحم! رحم!!"

علاؤالدین۔ "اے بدکار۔ بدشعار۔ بدہنجار۔ دل چاہتا ہے۔ کہ تجھے قلعہ کے کنگرہ سے سرنگوں دریا میں ڈالدوں۔ تاکہ ماہیان دریا تیرے گوشت کو مزے سے کھاویں۔"

نجم النساء۔ "رحم! رحم!!"

علاؤالدین۔ "تیری صورت دیکھکر مجھے ایسا غصہ آتا ہے کہ جامہ سے باہر ہو جاتا ہوں۔ دل چاہتا ہے کہ تجھے بالوں سے پکڑ کر تنور میں ڈالدوں۔ تاکہ تو جل کر خاکستر ہو جائے۔"

نجم النساء" رحم! رحم!!"

علاؤالدین "تو خدا کو حاضر و ناظر جانکر کہتی ہے۔ کہ کنولا دیوی کو اس معاملہ کی خبر نہیں"

نجم النساء "سوائے جمنا بائی کے اور کسی کو اس معاملہ کی خبر نہیں۔ اُس نے مجھے زہر کی پڑیا دی۔ اور اُس نے یہ تجویز بتائی"

علاؤالدین "اُس کا علاج میں کرونگا۔ اُٹھ اور میری نگاہوں کے روبرو سے دور ہو جا۔ دفع ہو جا۔ رد ہو جا"

فصل دہم

(خوفناک قتل)

جمنا "شکر ہے کہ خس کم جہاں پاک ہوا دفع ہوا"

کنولا دیوی "اپنی قسمت کی بات ہے"

اپنے مقسوم کا لکھا ہے کسی کا کیا ہے
لوگ ہنس دیتے ہیں سن سن کے مصیبت میری

جمنا "تمہاری بلا روئے۔ تم نے کیوں اور رو کے آنکھیں سرخ کریں۔ دفع کرو۔ موئے خارشتی کو"

کنولا دیوی۔ "میں تو اپنے مقسوم کو روتی ہوں۔ ہائے جمنا اس گھڑی کو آگ لگ جاتی جس وقت میں نے تیری بات مانی"

جمنا "خیر رانی گھبراؤ مت میں تمہیں بدلہ لیدونگی"

کنولا دیوی "ہمارا بدلہ خدا لیگا"

جمنا "خدا بھی لیگا اور ہم بھی لینگے"

کنولا دیوی "جمنا تم ہر وقت یہ بات منھ سے نہ نکالو۔ سو دوست ہیں سو دشمن ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کوئی اور آفت نازل ہو جائے"

جمنا "رانی چاہے تمہیں غصّہ ہی آئے۔ میں اُس موئے کو کُتّے کی موت ماروں گی"

کنولا دیوی "غصّہ کی بات نہیں میں تمہارے بھلے کی کہتی ہوں کہیں لینے کے دینے نہ پڑ جائیں"

جمنا "اچھا میری قسمت"

کنولا دیوی "نصرت خان کو یہیں چھوڑ گئے ہیں"

جمنا "ہاں تم نے نام لیا تو مجھے یاد آیا۔ آج صبح مجھے بُری طرح سے گھور رہا تھا"

کنولا دیوی "شاید تم پر ریجھ پڑا ہو"

جمنا "ہائے ہائے میرے نو پوتوں سے بھی کہیں چھوٹا ہے"

کنولا دیوی "پھر گھورنے کی کیا وجہ ہے"

جمنا "وہ تو اِس طرح سے گھور رہا تھا۔ جیسے میرے خون کا پیاسا ہے"

کنولا دیوی "شاید بادشاہ کچھ کہہ گیا ہو"

جمنا "خدا جانے"

کنولا دیوی "تم بھی سوچ سمجھ کے بات کیا کرو"

جمنا "آج خدا جانے کیا سبب ہے۔ میری بائیں آنکھ پھڑک رہی ہے۔ اور اپنے بال بچّے یاد آ رہے ہیں۔ آج یہی دل چاہتا ہے۔ کہ خوب دل کھول کے رو لیں"

کنولا دیوی "یوں ہی طبیعت کا رجوع ہے۔ فکر نہ کرو"

جمنا "نہیں رانی آج ضرور میں بیمار پڑونگی"

کنولا دیوی "تم ملکہ نجم النساء کی طرف گئی نہیں۔ وہاں کیا کیا گفتگو ہوئی"

جمنا "وہ بھی بادشاہ کی جانی دشمن ہے۔ اُسے ایک حکمت تو بتائی تھی۔

مگر معلوم ہوتا ہے اُس سگھڑ بانو سے کچھ نہ ہوسکا۔ خدا اصل کی خبر رکھے تو تارونگی چھاؤں اُدہر جاکر کل حال معلوم کرونگی ۔"

کنولا دیوی "۔ دیکھنا جمنا خطا کھاؤ گی۔ اِن جھیلوں میں نہ پڑو۔ اب جو خدا نے سرپر ڈالی ہے۔ اُسکو صبر کا گھونٹ بھر کر سہو۔ خدا کبھی تو پھیرے ہی گا۔"

جمنا "۔ رانی سچ پوچھو ہم سے تو اُس پاپی کا ظلم نہیں دیکھا جاتا ۔"

کنولا دیوی "۔ اچھا اب جاؤ سو رہو۔ رات بہت گئی ہے۔ دس بج گئے۔ اور اِن باتوں کو بھول جاؤ۔ میری طرف دیکھو اور صبر کرو۔"

جمنا "رانی سے رخصت ہو کر اپنے کمرہ میں سو رہی۔ جب آدہی رات کا وقت ہوا۔ تو دو شخص اُسکے کمرہ کے دروازہ کی چول اُکھاڑ کر اندر آئے دونوں سیاہ پوش تھے۔ اور دونوں نے اپنے منہہ سیاہ نقاب سے چھپائے ہوئے تھے جمنا اُنکی صورت دیکھکر سفید ہوگئی۔ بدن میں رعشہ پڑ گیا۔ گھگی بندھ گئی۔ بہتیرا چاہا۔ کہ واویلا کرے۔ مگر حلق سے آواز نہ نکلی۔ آخر بڑا حوصلہ کرکے بولی۔ کہ تم کون ہو۔ جمنا کی کمزور آواز سُنکر دونوں نے بلند آواز سے قہقہہ مارا جس سے جمنا سمجھ گئی۔ کہ یہ قہقہہ نہیں۔ بلکہ اُسکی موت کا گھڑیال ہے۔ پھر اُن دونوں نے اُس کی مشکیں کس لیں۔ اور چارپائی سے زمین پر دے مارا اور گلے سے پکڑ لیا۔ جمنا نے ہرچند ہاتھ پاؤں مارے مگر وہ گرفت زنبور تھی۔ جس سے چھٹکارا نہ ہوا۔ اور پانچ منٹ میں آنکھیں حلقوں سے باہر نکل آئیں۔ منہہ نیلا ہوگیا۔ اور سرد ہوکر مردۂ صد سالہ سے بدتر ہوگئی۔ قاتلوں نے اُس کا کام تمام کرکے پھر قہقہہ مارا۔ اُسکو بستر کی چادر میں گٹھڑی کی طرح باندھکر لے گئے ۔"

یہاں تو یہ گذری۔ اب اُدہر کی سنئے۔ کہ نجم النساء بیگم کے محل میں کیا ہوا۔ جب بادشاہ بکتا جھکتا چلا گیا۔ تو نجم النساء زمین پر سے اُٹھی۔ بدن گرد خاک آلودہ ہو رہا تھا۔ جھاڑا اور دل میں اپنی حرکت ناشائستہ پر اپنے آپکو ہزار ہزار

دشنام ہائے مغلظ دینے لگی۔ مگر اب اس سے کیا فائدہ تھا۔ تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ اب حیران تھی کہ دیکھیے اسکا نتیجہ کیا ہوگا۔ کبھی تو سوچتی تھی کہ شاید بادشاہ مجھے بخشدے۔ شاید مجھ پر رحم کرے۔ شاید مجھے ناقص العقل سمجھ کر اگلی بار درگذر کرے کبھی یہ خیال کرتی تھی کہ یہ مشہور ظالم ہے۔ یہ پرلے درجہ کا بدشعار ہے۔ یہ کب مجھے یوں ہی چھوڑدیگا۔ غرض انہیں اندیشوں میں رات ہوگئی۔ اور بھوکی پیاسی خوابگاہ میں جاکر لیٹ گئی؛

جب آدھی رات گذری تو کسی نے خوابگاہ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ ملکہ نے سمجھا کوئی خواص ہے۔ اُٹھکر دروازہ کھولا۔ مگر دروازہ کھولتے ہی حیران ہوگئی دیکھتی کیا ہے کہ نہ تو خواص۔ نہ کنیز۔ دو سیاہ پوش شمشیر برہنہ لیے کھڑے ہیں۔ ملکہ کے پاؤں تلے سے مٹی نکل گئی۔ اب اُسے اپنے مرنے کا یقین واثق ہوگیا اور کلمہ پڑھنے لگی۔ اِن قاتلوں نے خوابگاہ میں داخل ہوکر دروازہ اندر سے بند کرلیا۔ اور کہا ملکہ خاموش اگر بولوگی تو خطا کھاؤگی۔ ہم تجھکو جیتی ہی [illegible]۔ اور تماشہ دیکھو۔ پھر دونوں نے خوابگاہ میں آگ جلائی۔ اور آگ میں گوگرد گداختہ کیا۔ پھر دونوں نے ملکہ کو گرا کر جبراً اُسکا منہ کھولا۔ اور وہ گوگرد گداختہ اُس کے منہ میں ڈالدیا۔ اور بیچاری کو مجبور کیا کہ اسکو نگل جاوے۔ اِس بیکس عورت نے اُس وقت اور کوئی چارہ نہ دیکھا۔ ناچار حلق کے نیچے اُتار لیا جس سے معاً انتڑیاں اور جگر جلکر کباب ہوگیا۔ اور نہایت عذاب کے ساتھ بیچاری جان بحق تسلیم ہوئی قاتلوں نے جس وقت دیکھا کہ اب دم واپسین ہے تو پکار کر کہا کہ سزا اُس شخص کی ہے کہ جو بادشاہ وقت کی جان کا خواہاں ہو۔ جو ظل سبحانی کے برخلاف سازش کرے۔ اور خوف خدا سے نہ ڈرے۔ اِس کے بعد قاتلوں نے ملکہ کو چارپائی پہ لٹا دیا۔ اور اوپر ایک دوشالہ ڈالکر جدھر سے آئے تھے اُدھر چلے گئے؛

صبح ہوئی اور صبح کے ساتھ ہی تمام شہر میں شور وغوغا مچ گیا۔ کہ رات کو

محلسرائے میں بڑی سخت واردات ہوئی کسی نے بادشاہ سلامت کی بیچی کو قتل کردیا۔ اور جمنا بائی جو رانی کنولادیوی کی دایہ تھی لیکن بھاگ گئی۔ اور روانہ سے غائب ہے۔ ہر ایک کا شک جمنا بائی پر گیا۔ دوست و دشمن کا گمان یہ ہی ہوا۔ کہ یہ تمام کارستانی جمنا کی ہے۔ ملکہ کو قتل کرکے فرار ہوگئی ہے۔ پولیس اور شاہی غلام چاروں طرف دوڑ پڑے۔ فوراً ایک قاصد صبا رفتار چتوڑ کی طرف روانہ کیا گیا کہ بادشاہ کو اس حادثۂ جانکاہ سے مطلع کرے۔ پولیس نے حتی المقدور چھان بین کی۔ تنکا تنکا شہر کا ڈھونڈھ مارا۔ مگر جمنا بائی کا پتہ نہ ملتا تھا۔ نہ ملا۔ ہرچند لوگ جمنا کا نام لیتے تھے۔ مگر رانی کنولادیوی کو اعتبار نہ آتا تھا۔ وہ یہی کہتی تھی کہ میری جمنا کا یہ حوصلہ نہیں۔ مگر رانی کی بات لوگ کب سنتے تھے۔ ناچار رانی بیچاری خون جگر پی کر خاموش ہو رہی۔ اور ملکہ نجم النساء بیگم کو بڑے تزک و احتشام سے مقبرۂ شاہی میں دفن کرا یا گیا۔"

ملکہ کے قتل کے بعد دریائے جمنا سے ایک لاش برآمد ہوئی۔ جس کا بدن اور چہرہ مچھلیوں اور دریائی جانوروں نے بُری طرح سے کھایا ہوا تھا۔ یہ لاش عورت کی تھی۔"

فصل یازدہم

(دیکھو پچھتاؤ گے)

راجہ۔ "علاؤ الدین دہلی سے آگیا۔ کل قلعہ میں آئیگا۔"

پدمنی۔ "اچھا جو خدا کرے۔"

راجہ۔ "گھبراؤ مت۔ طبیعت کو مضبوط رکھو۔"

پدمنی۔ "گھبراؤں کیسے نہ۔ غیر مرد کے روبرو جانا ہے مجھے تو بخار چڑھا ہوا ہے۔"

راجہ۔ "تم تو عجیب ہو۔ وہ بھی ہمارے جیسا آدمی ہے۔"

پدمنی ”میں تو اُسے دیو۔ بھوت۔ جن۔ شیطان سمجھتی ہوں“

راجہ ”(ہنسکر) ”نہیں نہیں وہ انسان ہے“

پدمنی ”دیکھو راجہ ایک نصیحت میری یاد رکھو“

راجہ ”وہ کیا نصیحت ہے“

پدمنی ”اِس واسدیو پر ہرگز اعتبار نہ کرو۔ یہ ضرور دشمن سے ملا ہوا ہے“

راجہ ”یہ تم کس طرح کہتی ہو“

پدمنی ”میرا دِل گواہی دیتا ہے“

راجہ ”صرف اِتنا کہنا کافی نہیں۔ کوئی دلیل ہونی چاہیئے“

پدمنی ”تم کو ایک دِن خود معلوم ہو جائیگا“

راجہ ”تم غلطی پر ہو۔ اگر میں واسدیو کو قتل کر ڈالوں تو اس کا ثمرہ وہی ہوگا۔ جو یونان کے بادشاہ کو دوبان حکیم کے قتل کرنے سے حاصل ہوا تھا“

پدمنی ”وہ قِصہ کیونکر ہے“

راجہ ”یہ قِصہ اِس طرح پر ہے۔ کہ ملک یونان کا بادشاہ مرض جذام میں سخت بیمار تھا۔ وہاں کے طبیبوں اور حکیموں نے سارا زور لگایا۔ مگر کوئی پیش نہ گئی۔ بادشاہ بھی زندگی سے مایوس ہو گیا۔ اتفاقاً ایک حکیم حاذق دوبان نامی اُس شہر میں وارد ہوا۔ اور بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا۔ کہ قبلۂ عالم بااجازت حضور کا علاج بندہ کریگا۔ بادشاہ نے سنکر جواب دیا کہ جاؤ بھائی اپنی راہ لو میرے علاج سے تمام حکیم اِس قلمرو کے عاجز آ گئے تو بیچارہ کس گنتی میں ہے۔ حکیم نے عرض کی کہ ؎

خاکساران جہان را بحقارت منگر

تو چہ دانی کہ درین گرد سوارے باشد

حضور تجربہ تو کریں۔ بندہ بغیر کسی دوا کھلانے یا مالش کے اچھا کر دیگا۔ بادشاہ

نے حکیم کے اصرار سے اُسکی عرض کو قبول کیا۔ حکیم بادشاہ سے رخصت ہوکر اپنے
گھر میں آیا۔ اور اُس وقت ایک گیند تپنگ کی لکڑی کی مجوف ہوا منسوف باریک دواؤں
کا اُس میں :: اور دوسرے دن حضوری میں حاضر ہوکر آداب بجالایا۔ اور عرض
کی کہ حضور موافق معمول کے گھوڑے پر سوار ہوکر گیند گھر تشریف لے چلیں۔ چنانچہ
بادشاہ نے ایسا ہی کیا۔ حکیم نے وہ بلّا اور گیند بادشاہ کو دیکر کہا کہ حضور اِسکے
ساتھ خوب کھیلیں۔ یہانتک کہ تمام بدن میں خوب پسینا آجاوے۔ اُس وقت
بلّے کو پھینک کر حمام میں غسل فرمائیں اور قدرت خدا کا تماشہ دیکھیں بادشاہ نے ایسا ہی کیا
جب حمام سے باہر آیا تو دیکھا کہ تمام بدن کندن کیطرح دمکتا ہوا اور بالکل جذام سے اچھا ہوگیا
گویا کبھی اُسکو بیماری ہوئی ہی نہیں تھی۔ بادشاہ کو یہ حال دیکھکر سخت حیرانی ہوئی اور اُس
دن سے دوبان پر ایسا مہربان ہوا کہ اُسکے بغیر کھانا تک نہ کھاتا خلوت جلوت میں اُسکو ہمراہ
رکھتا بادشاہ کی اسقدر نوازش دیکھکر وزیر سلطنت کے تن بدن میں آتش حسد مشتعل ہوئی اور
بادشاہ کے کان بھرنے لگا اور اُسکو یہانتک گمان کیا کہ دوبان کے قتل پر آمادہ ہوگیا اور
اُس مطلب کیلئے اُسے بُلا بھیجا۔ دوبان بیچارہ کو کیا خبر تھی کہ قضا آپہنچی ہے جب اردلی بلانے گیا۔
تو وہ خوشی خوشی آیا اور آداب بجالایا۔ بادشاہ اُسکی صورت دیکھتے ہی رعد کیطرح گرجا اور کہنے
لگا میں نے تجھے اِسلئے بلایا ہے کہ تو جاسوس ہے اور مجھکو قتل کرنیکو آیا ہے۔ دوبان نے چند قسمیں کھائیں۔ بادشاہ
نے ایک نہ مانی اور جلاد کو حکم دیا کہ فوراً اسکو قتل کر ڈال۔ دوبان نے کہا اب قتل کئے بغیر نہ رہیگا۔ تو مجھے
ایک دن کی مہلت ملجاوے تاکہ میں اپنی کتابوں کا انتظام کرکے وصیت کر آؤں
اور ایک کتاب حضور کی بھی نذر کروں۔ بادشاہ نے کہا کہ وہ کتاب کیسی ہے۔
دوبان نے کہا کہ اُس میں یہ صفت ہے کہ جب مجھے قتل کرکے میرا سر اُس
کتاب کے جزو دان پر رکھو گے تو خون فوراً بند ہو جاویگا۔ اور اُس کتاب کے
چھٹے صفحہ پر جو عبارت لکھی ہو اُسکو پڑھکر سنا دیجئے تو وہ آپکی بات کا جواب
دیگا۔ بادشاہ نے کہا یہ تماشہ بھی قابل دیکھنے کے ہے۔ تجھے ایک دن کی مہلت

دیتا ہوں۔ دوسرے دن حسب وعدہ حکیم ایک بڑی کتاب لیکر حضور میں حاضر ہوا بادشاہ نے وہ کتاب اُس سے لے لی۔ اور جلاد کو اسکی گردن مارنے کیواسطے حکم دیا۔ اور جلاد نے حکیم کو قتل کرکے اُسکا سر طشت میں رکھا۔ اور جب سر کو اس کتاب کے غلاف پر دھرا خون بہنا سر سے بند ہوگیا۔ بادشاہ اور سب حاضرین کو نہایت تعجب ہوا۔ اس سر نے آنکھیں کھولکر بادشاہ سے کہا کہ اب اس کتاب کو کھولو بادشاہ نے کتاب کھولکر چاہا کہ چھ ورق گنکر اُلٹے مگر ورق ایکدوسرے سے اس قدر چسپان تھے کہ بسہولت انکو اُلٹ نہ سکا اس واسطے بادشاہ انگلی میں حسب دستور لعاب دہن لگاکر ورق اُلٹنے لگا۔ اس اثناء میں زہر ہلاہل (جو کہ ہر ورق میں کتاب کے لگا ہوا تھا) لب میں سرایت کرگیا۔ کیونکہ کئی بار انگلی واسطے لب لگانے کے بادشاہ منہ میں لیگیا تھا غرض لحہ بلحہ حال اُس کا ردی ہونے لگا۔ اور بصارت جاتی رہی۔ اور سخت ہی بیقرار ہوکر گرا۔ اُس وقت اُس سر سے آواز آئی۔ کہ یہ نتیجہ بیگناہ کے قتل کرنے کا ہے۔ خون ناحق رائیگان نہیں جاتا۔ پس مجھے ڈر ہے کہ کہیں جس بھی پنڈت واسدیو کو مارکر شاہ یونان کی طرح کف افسوس نہ ملوں "

پدمنی "خیر آپ پدمنی کے مالک ہیں جس طرح چاہیں کریں "

راجہ " اب صلاح یہ ہے کہ الشیر پیشکیہہ کرکے کل تو اکی ذرا صورت دکھاؤ۔ اور اِس آفت کو سر سے ٹالو "

پدمنی " یا تو آفت ٹلی یا گلے کا ہار ہوئی "

راجہ " گلے کا ہار نہ ہوگی میرا ذمہ اگر کوئی تکلیف ہو پہنچے "

پدمنی " اب کیا صلاح ہے کہ میں خود ہی سامنے جاؤں یا کسی اور عورت کو میری جگہ بھیجیے "

راجہ " یہ مناسب نہیں مبادا علاؤالدین کو معلوم ہو جاوے تو اُس وقت کشت و خون بیگناہ رہندگان خدا کا ناحق خون ہوگا۔

پدمنی ”پنڈت جی کیا کہتے ہیں؟“

راجہ ”انکی بھی یہی صلاح ہے کہ رانی ہی سامنے ہوں“

پدمنی ”مجھے خیر کی امید نہیں۔

راجہ ”تم کچھ فکر نہ کرو“

پدمنی ”یہ نرالی بات ہونے لگی ہے۔ آجتک کبھی ایسا زمانہ بھر میں نہیں ہوا“

راجہ ”کیا کریں عالم مجبوری ہے۔ وہی مثل ہے۔ سنگ آمد و سخت آمد“

پدمنی ”بجہی کی صلاح لو وہ کیا کہتی ہے“

راجہ ”وہ ابھی کم عمر لڑکی ہے۔ اسکو ان معاملات کی کیا خبر“

پدمنی ”اسے لڑکی نہ سمجھئیے۔ وہ آپ کے پنڈت واسدیو سے زیادہ دانا ہو“

راجہ ”چہ خوش یہی کیوں نہیں کہتی کہ وہ وآلیبک اور منو سے بھی زیادہ دانا ہو“

پدمنی ”میں سچ کہتی ہوں۔ بھولے راجہ آپ کو زمانہ کی اونچ نیچ کی کچھ خبر نہیں“

راجہ ”اے میری دانا رانی تم کو تو خبر ہے۔ میں تمہاری عقل پر چلونگا“

پدمنی ”چلو یہی تم تو کسی کی چھپ مانتے“

راجہ ”یہ بلا ٹلجاوے پھر جس طرح کہو گے کرونگا“

پدمنی ”اگر میری عقل پر چلتے تو یہ بلا آپ سے آپ ٹل جاتی“

راجہ ”اس بات پر تم نہ درخود میں بیوقوفی کر کے لیکن دے چکا ہوں“

پدمنی ”اس کا نتیجہ جانتے ہو کیا ہوگا“

راجہ ”بس یہی کہ صلح ہو جاوے گی“

پدمنی ”اس بات سے منہ دہو رکھو۔ جس وقت اُس نے میری بدبخت صورت دیکھی اُسی وقت سارے قول و قرار جہنم پر رکھ کر بہ سر پرخاش ہو جاویگا۔ اور وہ وہ رنگ لائیگا۔ کہ جس کا آپ کو اس وقت نہ نشان ہے نہ گمان“

فصل دوازدہم

(بادشاہ مثل آئینہ حیران رہگیا)

یہہ رات رانی پدمنی نے کروٹیں بدل بدل کر کاٹی۔ خدا کی بندی پل بہر نہ سوئی صبح ہوتے ہی قلعہ میں دہوم مچگئی۔ کہ ہندوستان کا تاجدار رانی پدمنی کے شوق دیدار میں قلعہ میں آتا ہے۔ چاروں طرف خلقت کے ٹھٹھ لگ گئے۔ کوٹھوں اور منڈیروں پر عورتوں کا ہجوم لگ گیا۔ وقت مقررہ پر بادشاہ سلامت بناؤ سنگار کرکے چیدہ چیدہ اُمرا کے ساتھ قلعہ میں تشریف لائے۔ راجہ نے قلعہ کے دروازہ تک استقبال کیا۔ اور دونو تاجدار اکیلے بیٹھے آئینہ آگے رکھا گیا۔ اور وہ مست گھونگٹ نکالے خنجر بغل میں بائے پیچھے آکھڑی ہوئی۔ اُس وقت پدمنی نے نافرمانی ساڑہی بنارس کی اوڑہی ہوئی تہی۔ کانوں میں صرف موتیوں کے آویزے لٹک رہے تہے۔ اور کوئی زیور نہ تھا۔ مگر اس سادگی میں بہی وہ ماہ چہاردہم سے کم نہ تہی۔ اِس بُلبُل شاخسار محبوبی کو دیکھکر بادشاہ مثل آئینہ حیران رہگیا۔ اور آتش اشتیاق اِس قدر بہڑکی کہ شرم وحیا کو صاف وپاک جلاگئی اور بے اختیار بادشاہ کے منہ سے یہ شعر نکلا ؎

نہیں محتاج زیور کا جسے خوبی خدا نے دی
کہ جیسے خوشنما لگتا ہے دیکھو چاند بن گہنے

اِس شعر کے سنتے ہی رانی پدمنی طرارہ بھر کے نظروں سے اوجہل ہوگئی۔ گویا وہ بجلی تہی کہ چمکی اور غائب ہوگئی "

علاؤالدین "۔ راجہ صاحب اب ہم رخصت ہوتے ہیں۔ آپ نے ہماری بہت

خاطر و مدارات کی جس کا ہم شکریہ ادا کرتے ہیں۔ امید ہے کہ یہ سلسلۂ محبت و اتحاد جو آج قائم ہوا ہے۔ تا دیرگاہ برقرار رہیگا۔ اور ہمکو تم اپنے خیرخواہوں میں شمار کروگے"

راجہ" دوستی کے کیا معنی اس نیازمند کو بندۂ دام تصور فرمائیں اور ہمیشہ اپنا مطیع اور تابعدار سمجھیں"

علاؤالدین" ہمیں آپ کی حالت پر رشک آتا ہے"

راجہ" سبحان اللہ آپنے خوب فرمایا۔ کہاں ہندوستان کا تاجدار اور کہاں چتوڑ کا باجگذار"

علاؤالدین" چتوڑ کے باجگذار کے پاس ایک ایسا لولوئے شاہوار ہے۔ جس کا ثانی ہفت اقلیم کے خزانہ میں نہیں"

راجہ" یہ آپ کی بندہ نوازی ہے۔ ورنہ یہ ناچیز کسی لایق نہیں"

وہاں سے رخصت ہوکر بادشاہ نے عہد و پیمان کو بالائے طاق رکھا اور بیخبری میں راجہ پر شبخون مارا۔ بیچارے چتوڑ کے تاجدار کی تقدیر پلٹ چکی تھی۔ اقبال منہ پھیر چکا تھا۔ سچ ہے۔ ع

کسی کی کچھ نہیں چلتی ہے جب تقدیر پھرتی ہے

مجبوراً بیچارہ کو قلعہ میں بند ہونا پڑا۔ بادشاہ نے چاروں طرف فوجیں ڈالدیں۔ اور سخت محاصرہ کیا۔ بیچارے قلعہ والے جب قوت رسد اور پانی سے تنگ ہوئے۔ تو روتے ہوئے راجہ کے پاس آئے۔ اور کہا کہ ہمارا آج تلوار کی آنچ قبول۔ مگر بھوک کی آگ برداشت نہیں ہو سکتی۔ غلاموں کو اجازت دو کہ قلعہ کا دروازہ کھولکر میدان میں نکل کھڑے ہوں۔ اور تن بہ تقدیر اپنی جانوں کی گٹھڑی کو اس شاہی فوج کے دریا میں دے ماریں۔ اس کتے کی موت مرنے سے مار کر مرنا بہتر سمجھتے"

راجہ اہل لشکر کی باتیں آمیز گفتگو سنکر آبدیدہ ہوا - اور کہا کہ آج کا دن اور صبر کرو - کل جیسا ہوگا دیکھا جائیگا - نمک حرام واسدیو بادشاہ سے ملا ہوا تھا - جو جو بات قلعہ میں ہوتی تھی وہ جھٹ جاسوس کے ذریعہ سے شاہی لشکر میں پہونچا دیتا تھا جس وقت قلعہ میں یہ مشورہ ہوا - علاؤالدین نے اُس نمک حرام کو کہلا بھیجا کہ آج آدھی رات کو ہمارا ارادہ شبخون مارنے کا ہے - تم نے دروازہ قلعہ کا کسی نہ کسی حکمت سے کھول دینا - اُس نمک حرام نے کہلا بھیجا - کہ بہت اچھا تم اطمینان رکھو میں دروازہ ضرور کھول دونگا "

غرض جب آدھی رات ہوئی - تمام عالم میں اندھیرا چھا گیا - اور چاروں طرف سناٹا ہو گیا - علاؤالدین دو ہزار چیدہ چیدہ افغان لیکر قلعہ کی طرف آیا - یہاں واسدیو کی نمک حرامی سے دروازہ چشم عارفان کی طرح کشادہ تھا شاہی سپاہی بلا روک قلعہ میں داخل ہو گئے - اہل قلعہ بیچارے بے خبر گھروں میں پڑے آرام کر رہے تھے - دیکھا تو یہی دیکھا کہ فوج کا دل بادل چھا گیا ہے - اور شاہی جھنڈا لہرا رہا ہے - سب گھبرا کر اُٹھ کھڑے ہوئے - افغانوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ - سب کو تلوار کے نیچے دھر لیا - راجہ بیچارہ قید ہوا - چھمی بھی گرفتار ہوئی - تمام گھرانا لُٹ گیا - مگر باوجود اس کشت و خون کے وہ گوہر مقصود ہاتھ نہ آیا یعنی پدمنی کو چند نمک حلال چپکے سے لیکر کافور کی طرح اُڑ گئے "

علی الصبح بادشاہ نے چتوڑ کے قلعہ میں دربار عام کیا - اُن افغانوں کو جنہوں نے رات کو کارنمایاں کئے تھے انعام اکرام دئے - اور پنڈت واسدیو کو علاوہ ایک لاکھ نقد کے چھمی دختر راجہ بھی بخشی - اور کہا کہ تم مختار ہو جو چاہو اس سے کرو - اس کے بعد واسدیو کو انتظام قلعہ سپرد کیا - اور خود راجہ کو لیکر دہلی کی طرف کوچ کیا "

رات کو واسدیو صاحب شراب پی کر بیحد مست ہوئے - اور چھمی کو بلوا کر

کہا کہ اگر جان کی سلامتی چاہتے ہو۔ تو ہماری رانی بچاؤ۔ پچھمی نے جواب دیا "ار
نمک حرام۔ آقا کش۔ میں تیری آقا زادی۔ تو ہمارا نمک پروردہ ہے۔ تیرا کیا منہ ہے
کہ نظر بد سے ہماری طرف دیکھے"

واسدیو "بہت باتیں نہ بنا۔ سیدھی ہو جا۔ کیسا نمک اور کہاں کی غلامی۔ ہم
پیسہ کو اپنا آقا اور زر کو اپنا ایمان سمجھتے ہیں"

پچھمی "اے میرے باپ کے جان نثار تمہیں کیا ہو گیا۔ اب تو علاؤالدین یہاں
سے کوچ کر گیا ہے۔ اب تمہیں کس کا ڈر ہے۔ تمہارے آقا کی بیٹی کو یہ نمک حرام
اس طرح سے ذلیل اور رسوا کر رہا ہے۔ اور تم بیٹھے منہ تکتے ہو۔ کیا نمک حلالی
اسی کو کہتے ہیں۔ کیا وفا کا نام ہی دنیا سے مٹ گیا۔ اے بہادرو تم راجپوت ہو
راجپوت کی مٹی سے یہ امید نہ تھی۔ اس طرح پر اپنی آقا زادی کو ایک نمک حرام
سے گالیاں دلواتے ہو۔ اور اس کی حمایت نہیں کرتے۔ اے جوانمردو یہ
وہ نمک حرام ہے جس نے تم سے دغا کی۔ اور دشمن کو تمہیں غافل پا کر راہ دیدی
اب اس شخص سے بدلا لو۔ اور مجھے اس کے ہاتھ سے بچاؤ"

پچھمی کی اس گفتگو نے مٹی کے تیل میں آگ کی چنگاری کا کام کیا۔ فوراً
دو چار سوار آگے بڑھے۔ اور واسدیو کی مشکیں کس لیں اور سب نے اتفاق
کر کے رانی پچھمی کو تخت پر بٹھا دیا۔

پچھمی نے حکم دیا۔ کہ اس موذی کا زندہ رکھنا مناسب نہیں۔ اسکو فوراً
جہنم واصل کرو۔ مگر اہل دربار نے یہ صلاح دی کہ قتل کرنے سے پہلے کچھ
اذیت بھی دینی چاہئے۔ یہ بڑا موذی ہے۔ اس نے بڑی خرابی برپا کی ہے
یہ کہکر ایک خاکروب کو بلایا۔ اور ایک توبرا نمک سے بھر کر واسدیو کے منہ سے
باندھ دیا۔ اور خاکروب کو ایک جوتی دیکر کہا کہ اگر یہ نہ کھائے تو اسکے سر پر اتنا
پاپوش مارو کہ مغز ناک کے رستے نکال دو۔ ناچار واسدیو کو یہ نمک پھانکنا پڑا۔

گر کہاں تک پہا نکلتا۔ ذرا کوتاہی کرتا تھا۔ تو اوپر سے جوتیاں پڑتی تھیں۔ قصہ مختصر یہ کہ بڑے عذاب سے مارا گیا۔ اُسکی کھال کھینچی گئی۔ اور اُس میں بھس بھرا گیا۔"

فصل سیزدہم

(جان ہر ایک کو پیاری ہے۔)

دہلی واپس آکر بادشاہ نے راجہ کو قلعہ میں قید کیا۔ اور طرح طرح کے عذاب دینے شروع کیئے۔ قید بُری بلا ہوتی ہے۔ بیچارہ نازو نعمت میں پلا ہوا تھا۔ یہ مصیبت نہ سہہ سکا۔

حوران بہشتی را دوزخ بود اعراف
از دوزخیان پرس کہ اعراف بہشت است

ایک دن آدہی رات کے وقت بیچارہ بستر پر لیٹا ہوا دل سے گردش ایام کی شکایت کر رہا تھا۔ کہ ایک حبشی شمشیر بکف وہاں آیا۔ اور یوں گویا ہوا۔ حبشی "حسرت یہی ہے کہ جو میں کہوں وہ کرو۔"

راجہ نے اے حبشی تو جلد میری جان سے۔ اور اس عذاب جانکاہ سے سبکدوش کر۔ ایسے جینے پر ہزار حرف ہے

نے بلبل چمن نہ گل نو دمیدہ ہوں
میں موسم بہار میں شاخ بریدہ ہوں
گریاں بشکل شیشہ و خنداں بشکل جام
اس میکدہ میں خشت عبث آفریدہ ہوں
کوئی نہ پوچھتا ہے نہ کس سے داد خواہ

چون گل ہزار جان سے گریبان دریدہ ہون
تیغ نگاہ چشم کا تیرے نہیں حریف
ظالم مین قطرۂ مژہ خون چکیدہ ہون
کس سے کرون مین عوی دل جلکے ایخدا
دلدادہ ہون اگر رُخ دلبر ندیدہ ہون
غافل ہے کیون تو امیری فرقت سے گوشدل
اے بیخبر مین نالۂ حلق بریدہ ہون
مین کیا کہون کہ کون ہون سو والقول درد
جو کچھ کہ ہون سو ہون غرض آفت رسیدہ ہون

حبشی "بس یا ابہی کچھ اور واویلا کرنا ہے؟"
راجہ "واویلا کیسا مرنے پر تیار ہیں جینے سے بیزار ہیں"
حبشی "تو تو احمق ہے۔ ناحق درد دکھ سہتا ہے۔ ذراسی بات ہے منظور کرلے۔ ابہی پھر راج پاٹ سب کچھ قایم ہو جائیگا"
راجہ "وہ کیا بات ہے"
حبشی "سب ایک عورت کا فساد ہے"
راجہ "کونسی عورت کا"
حبشی "ارے سادہ لوح تجھے راجہ کس نے بنایا تھا"
راجہ "کیا پدمنی کی نسبت اجازت چاہتے ہو"
حبشی "جی ہان سارا پدمنی کا ہی بکھیڑا ہے"
راجہ "ہائے پدمنی۔ وائے پدمنی"
حبشی "یہ کیا حماقت کرتے ہو چتوڑ کے قلعہ میں تمہاری بیٹی رانی ہو بیٹھی ہے۔ اُسکو ایک پرزہ لکھ بھیجو کہ پدمنی کو بادشاہی آدمی کے حوالہ کردے بس اتنی

سی بات ہے۔ ناحق عورت کے پیچھے مرتے ہو۔ عورت تو آدمی کو پاؤں کی جوتی سمجھنی چاہیئے۔"

راجہ "یہ حبشی بھلا یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ میں اپنی بیوی اپنی مرضی سے غیر کے حوالہ کر دوں۔"

حبشی "اس میں کونسی بڑی بات ہے۔ جان بچانی چاہیئے۔ اگر جان سلامت رہے گی۔ تو سینکڑوں پدمنیاں تمہیں ملجاوینگی۔"

راجہ "یہ نہیں ہو سکتا۔"

حبشی "خیر تمہاری مرضی۔ اب مرنے پر تیار ہو جاؤ۔"

جان سب کو عزیز ہوتی ہے۔ جو کچھ حبشی نے کہا بیچارہ مصیبت کے مارے نے منظور کیا۔ اور اپنی بدقسمتی پر آٹھ آٹھ آنسو رو دیا۔ جب راجہ کا رقعہ اُس کے قدیمی نمک حلالوں کو ملا تو اُسے دیکھکر بہت روئے اور کہنے لگے خدا جانے راجہ کو کیا ہو گیا۔ کہ راجپوت کے نام کو بٹہ لگا دیا۔ بعض دل جلوں نے تو یہ بھی کہدیا۔ کہ راجہ کو پرشادمیں زہر ملا کر بھیجدو۔ تاکہ ننگ و ناموس کے دامن پر داغ نہ آئے۔"

راجہ کی بیٹی پچھمی بڑی عقلمند اور زیرک تھی اُس نے کہا "راجہ حق بجانب ہے۔ مرتا کیا نہ کرتا۔ زہر وہر کچھ نہ دو۔ جیسا میں کہوں کرو۔ سب کے سب اُسکی طرف متوجہ ہوئے پچھمی نے کہا کہ میری عقل میں یہ بات آئی ہے۔ کہ ریاست کے نمکحلال جو ہیں اُنہیں جمع کرو۔ اور اُن سے کہو کہ بھائیو نمکحلالی کا یہی وقت ہے۔

دوست آن دانم کہ گیرد دست دوست
در پریشان حالی و درماندگی

آج وہ دن ہے کہ جان تو گئی پہاڑ میں ننگ و ناموس پر آبنی ہے۔ اگر تم جیت گئے۔ اور جو مرد میدان ہو تو دونوں بچ جاتے ہیں۔ لاج بھی رہیگی اور

جان پر بھی آنچ نہ آئیگی۔ اگر اپنے آقا کو چھڑا لاؤ گے۔ تو ملک و دولت سب
تمہارا مال ہے۔ اگر مارے گئے تو تمہارے نام شہرت کے گھر کا چراغ جب تک جلیں گے
ہمت ہمت کرو۔ تاکہ زمانہ کے لوگ یہ تو کہیں گے۔"

شکست و فتح نصیبوں سے ہے ولے اے میر
مقابلہ تو دل ناتواں نے خوب کیا۔

خاندان کے بزرگوں اور لشکر کے سرداروں نے پوچھا بھلا ہم بھی سنیں وہ
کونسی ایسی بات ہے۔ پدمنی نے کہا بہت سے بہادر زنانہ بھیس کر لو۔ ہتھیار
باندھکر پالکیوں میں بیٹھ جاؤ۔ لوگوں میں یہ بات اڑا دو کہ راجہ کا حکم آیا ہے۔
اس لیئے تمام رانیاں محافوں اور پالکیوں میں سوار ہو کر دلی چلی ہیں۔ انتظام
ایسا کرو کہ پالکیوں کے پاس غیر تو کیا پرندہ بھی پر نہ مار سکے۔ جب شہر کے پاس
جاؤ۔ تو رات کے وقت شہر میں داخل ہو۔ شہر میں داخل ہوتے ہی سیدھا قلعہ
کا رخ کرو۔ اُس وقت اپنی مردانگی دکھاؤ۔ برق اور بادل کی طرح تلواریں سُوت
سُوت کر جا پڑو۔ ایک گھوڑا کسا کسایا جس کا دم سو کوس سے کم نہ ہو۔ ساتھ
رہے۔ راجہ کو لو۔ اور گھوڑے پر چڑھکر ہوا ہو جاؤ۔"

سب نے یہ تدبیر پسند کی۔ دو ہزار من چلے بہادر جنہوں نے تمام عمر مار دھاڑ میں
صرف کی تھی۔ پالکیوں اور ڈولیوں میں بیٹھ کر چل گئے۔ بادشاہ کو جیسے ہی
خبر ملی تو باچھیں کھل گئیں۔ اور راجہ کی قید کو صرف نظر بندی کر دیا۔ اور
راجہ کے حاکموں کے نام جا بجا فرمان لکھا ہے کہ رانی کی سواری نہایت عزت
و احترام کے ساتھ آئے۔ اور خبردار کسی کا بال بیکا نہ ہو۔ غرض یہ قافلہ
قطع منازل اور طے مراحل کرتا ہوا دلی کے پاس پہونچا جب شہر دو پڑاؤ
باہر رہ گیا۔ تو دفعتاً دو منزل کو ایک منزل کر کے رات کو شہر میں داخل ہو گئے
شہر میں غل پڑ گیا۔ کہ رانی پدمنی کی سواری آگئی۔ جب پالکیاں قلعہ کے نیچے

پہونچیں تو راجپوت وہم و تصور کی سرعت کے ساتھ ڈولیوں سے کود پڑے اور قیدخانہ پر جا گرے۔ اُس وقت جو سامنے آیا۔ وہ قتل ہوا۔ اِس طرح کشت و خون کرتے راجہ تک پہونچے۔ وہ بیچارہ و بکا ہوا چارپائی پر پڑا تھا۔ شور و غل کی آواز سُن کر سمجھا کہ قاتل آئے۔ مگر یہاں کچھ اور ہی معاملہ تھا۔ قصہ مختصر اِن جان ہاروں نے راجہ کو لیا۔ اور پرے لگا کر اُٹھ گئے۔ راجہ بھی قیدخانہ سے اِس طرح نکلا۔ جیسے پنجرہ سے جنگلی طوطا نکل بھاگتا ہے"

فصل چہاردہم

(ہم پر جو گذری سُن ہی لوگے)

بادشاہ قلعہ میں بیٹھا ہوا شیخ چلی کی طرح خیالی پلاؤ پکا رہا تھا جو یکایک شور و غل اُٹھا۔ کوئی بولا آگ لگی۔ کوئی بولا میخ زمین میں چنگاری پڑ گئی۔ کسی نے کہا ڈاکہ پڑا۔ کسی نے کہا چنگیزی مغل آئے۔ اِتنے میں خبررسانوں نے اطلاع دی کہ پدمنی کا آنا فقط بہانہ تھا۔ مطلب راجہ کا لیجانا تھا۔ بادشاہ نے کہا واللہ علیمہ دغا کر گئے۔ اور تمہاری ڈاڑھی میں روغن قاز ملگئے۔ پھر سپہ سالار کو کہا کہ زمین و آسمان کے قلابے ملا دو۔ سپاہیانہ پیچ کھیلو۔ اور ایسی تدبیر کرو کہ اِس ننگ کا داغ عزت کے دامن سے دھویا جاوے سپہ سالار نے لاکھ جتن کیئے۔ مگر ایک پیش نہ گئی۔ راجہ لڑتا بھڑتا جنگل میں گھس گیا۔ اور دوڑ دھوپ کرتا ہوا اپنے پہاڑی علاقہ میں پہنچ گیا۔ چند دِن تک تو راجہ چھپتا پھرا۔ آخر باپ دادا کی رعیت کو سمیٹ کر اور اپنے اُنہیں پرانے رفیقوں کے زور و بل پر جو اِس آڑے وقت کام آئے تھے۔ پھر چتوڑ گڈھ پر قابض ہو گیا۔

پدمنی "شکر ہے پھر تمہاری صورت دیکھنی نصیب ہوئی ہے

قہر تھا ہجر قیامت تھی جدائی تیری

میرے خالق نے مجھے شکل دکھائی تیری

راجہ "رانی کچھ نہ پوچھو تم سے جدا ہو کر کس قدر دکھ سہے۔ ایک تمہاری جدائی کاٹے کھاتی تھی۔ اُدھر قید خانہ کھانے کو دوڑتا تھا۔ بڑے عذاب میں وہ دن گذرے۔ خدا یہ مصیبت دشمن پر بھی نہ ڈالے"

پدمنی "کیوں میں نہ کہتی تھی کہ مجھے اُس بلا کے سامنے نہ کرو"

راجہ "تم سچی تھیں بڑی چوک ہوئی"

پدمنی "اور دیکھا اُس واسدیو نے کیا ناچ نچایا"

راجہ "بڑا نمکحرام تھا۔ مگر اپنی سزا کے اعمال کو پہنچا"

پدمنی "مجھے اب بھی علاؤالدین کا کھٹکا لگا ہوا ہے۔ اُسکی طرف سے بے خبر نہ رہو۔ میری تو یہ صلاح ہے۔ کہ چلو پہاڑی علاقہ میں چل رہیں"

راجہ "اب ہم نے اُس کے دانت کھٹے کر دیئے ہیں۔ اب تم اُس کی طرف سے بیخوف رہو"

پدمنی "پھر وہی نادانی کرتے ہو"

اب بادشاہ کا حال سنو۔ یہ ایسی ہی بے آب کی طرح بیقرار تھا۔ اسکی خفگی کا پارہ ایک سو دس درجہ تک پہنچ گیا تھا۔ ایک تو فتح کیا ہوا ملک ہاتھ سے جاتا رہا۔ دوسرا دشمن ڈنکے کی چوٹ سے زک دے گیا۔ تیسرا پدمنی کی لگن لگی ہوئی تھی ایک دن حکم دیا کہ ہمارا پیش خیمہ نکالو۔ نصرت خان کو حسب دستور اپنا نائب مقرر کرکے اور خود فوج کی کمان اپنے ہاتھ میں لیکر کالی آندھی کی طرح چتوڑ گڈھ گیا۔ اور جاتے ہی شہر کو چاروں طرف سے انگشتری کے نگینہ کی طرح گھیر لیا"

راجہ نے بھی میدان میں آکر دل کھولکر مقابلہ کیئے۔ مگر ذرہ کا آفتاب سے

کیا مقابلہ ہو سکتا ہے۔ جوان جوان بیٹے آنکھوں کے سامنے کام آئے بڑے بڑے سورما جان ہار کر حق نمک سے سبکدوش ہوئے۔ آخر جب سب طرف سے ہمت ٹوٹ گئی اور صرف ایک بیٹا رہ گیا۔ تو راجہ نے اُسکو بلایا۔ اور کہا کہ اے فرزند اب تمہارا یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں۔ تمہارے جس طرف سینگ سمائیں چلے جاؤ کوئی تو نام لیوا باقی رہے۔ ہم پر جو یہاں گذرے گی سُن ہی لوگے

گھٹا سر پہ ادبار کی چھا رہی ہے
نحوست پس و پیش منڈلا رہی ہے

پھر اپنے فرزند کو گلے لگا کر رخصت کیا۔ اُس کے بعد پدمنی کو بلایا۔ اور آنکھوں میں آنسو بھر لایا۔ پدمنی ہر چند کہ عورت تھی۔ مگر بڑی رمز شناس تھی ٹھنڈی سانس بھر کر کہنے لگی۔ کہ مہاراج آپ سورج ہیں۔ اور میں آپ کی روشنی ہوں۔ آپ پھول ہیں تو میں آپ کی خوشبو ہوں۔ جس وقت سورج غروب ہونے لگتا ہے۔ تو خوشبو پہلے ہی اوڑ جاتی ہے۔ ہمارا جینا آپ کے ہی قدموں کے ساتھ ہے۔ آپ بغیر ہم نے جی کر لینا کیا ہے۔ آپ زندہ ہیں تو یہ دنیا ہمارے لیئے گلزار ہے۔ آپ نہ ہونگے تو یہ دنیا دشت پرخار ہو جاوے گی۔ خداوند وہ دن نہ کرے۔ کہ میں آپ کو سلامت نہ دیکھوں۔ یہ کہا اور ٹھنڈی سانسیں بھرتی ہوئی زنانہ مکان میں چلی آئی۔ پھر اُسی وقت صندل کی لکڑیاں منگوا کر سات چتائیں چنوائیں۔ تمام خاندان کی عورتیں اور ٹھاکروں اور راجپوتوں کی بیبیاں وہاں آئیں۔ سب نے ماتھے پر تلک لگائے۔ پان کھائے سفید چادریں اوڑھ لیں۔ گھونگٹ نکال لیئے۔ پھولوں کے ہار گلے میں پہن لیئے۔ جس وقت چتاؤں کو آگ دی اور شعلے بلند ہوئے۔ دلوں سے دہائیں اور خلایق سے غل اُٹھا۔ ہر ستونتی لاج کی ماری رام رام جپتی ہوئی پروانہ وار اُس میں کود پڑی۔ اُس [illegible] آگ کے شعلے جاتی تھی سب سے آگے پدمنی اُٹھی۔

اور بھگوان سے اجد کی فتح کی دعا مانگ کر دم زدن میں راکھ کا ڈھیر ہو گئی۔

جب اِس ہمت مردانہ سے جس پر رستم و سہراب کی ہمت کو قربان کر ڈالیئے۔ پدمنی نے عورت ہو کر یہ جوہر دکھلایا۔ تو مردوں کا دل بھی زندگی سے اچاٹ ہو گیا۔ پھر راجہ نے اپنے رہے سہے رفیقوں کو جمع کیا۔ دل غم سے پانی پانی تھا۔ مگر نگاہوں سے خون ٹپکتا تھا۔ راجہ کچھ نہ بولا۔ مگر سب کی طرف دیکھا اور سر کو جھٹکنے لگا۔

سب سورماں اسی وقت کھڑے ہو گئے۔ اور سب نے تلواروں کے قبضہ پر ہاتھ رکھ رکھ کر قسم کھائی۔ ایک ایک پیالہ شربت کا پیا۔ پان کا بیڑا منہ میں رکھا۔ تلسی کی پتی زبان پر دھری۔ کیسر کے ٹیکے پیشانیوں پر دیئے تلواروں کو سوت میانوں کو توڑ کر پھینک دیا۔ پھر سب کے سب کیا سوار کیا پیادے زرہ بکتر پہنے کڑکتے گاتے قلعہ سے نکلے۔ اور شاہی فوج پر اِس طرح بے جگر ہو کر گرے کہ تیر اور نیزہ کا گذارہ نہ رہا۔ خنجر کا تلوار سے اور کھانڈے کا کٹار سے مقدمہ آپڑا۔ اِس گھمسان کا معرکہ ہوا۔ کہ اپنے پرائے میں تمیز نہ رہی۔ پیادے پیادوں سے لپٹ گئے۔ سوار گھوڑوں سے کود کود پڑے۔ اور ہاتھیوں نے اپنا پرایا کچھ نہ دیکھا۔ سب کو چکّی کی طرح دل ڈالا۔ اگرچہ اِن گنتی کی جانوں کی اِس لشکرِ عظیم کے روبرو کچھ بھی حقیقت نہ تھی۔ پھر بھی ہزاروں کو خاک و خون میں ملا دیا۔

جب میدان جنگ کا اِس طرح سے خاتمہ ہوا۔ تو بادشاہ جسے دن رات پدمنی کی لگن لگی ہوئی تھی۔ فوراً زنان خانہ کی طرف دیوانہ وار دوڑتا ہوا گیا۔ اور جاتے ہی پوچھا کہ پدمنی کا محل کہاں ہے۔ چند عورتیں ایک خاک کے گرد کھڑی ہوئی بین کر رہی تھیں اُنہوں نے ایک مٹھی اُس خاکستر کی اُٹھا کر دکھائی۔ اور چیخیں مار مار

رونے لگیں"۔

افسانہ پدمنی تمام شد